اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ

مشکوۃ

MONTHLY MISHKAT

MAJLIS KHUDDAM-UL-AHMADIYYA
BHARAT

اس شمارہ میں خاص

- میدان عمل میں تائید ونصرت کے ایمان افروز ذاتی واقعات
- حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں اشاعت اسلام کی تڑپ
- Justice in Islam

جلد 7 اگست 2023 - ظہور 1402 - محرم/ صفر 1445 شمارہ 08

قادیان دارالامان میں مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کے زیراہتمام 15 اگست یوم آزادی کے موقعہ پر منعقدہ بلڈ ڈونیشن کیمپ

بتھاری وبانسرا کے خدام کے درمیان کھیلا گیا فٹبال میچ

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ ضلع بیر بھوم

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ ضلع حیدرآباد تلنگانہ

تربیتی اجلاس مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ عثمان آباد

جلسہ یوم خلافت کے بعد جماعت احمدیہ پونے کے احباب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ

مِشکوٰۃ
MONTHLY MISHKAT

”قوموں کی اصلاح
نوجوانوں کی اصلاح
کے بغیر نہیں ہوسکتی“
(بانی تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا ترجمان
MAJLIS KHUDDAM-UL-AHMADIYYA BHARAT

نگران: کے طارق احمد صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

ایڈیٹر
نیاز احمد نائک

نائبین
تبریز احمد سلیجہ، اطہر احمد شمیم
ریحان احمد شیخ، محمد کاشف خالد

مینیجر
سید عبدالہادی

مجلس ادارت
بلال احمد آہنگر، مرشد احمد ڈار
عمر عبدالقدیر، ناصر الدین حامد
صالح احمد، اعجاز احمد میر

ڈیزائننگ
محمد ضیاء الدین، کامران شریف
نیّر احمد، صباح الدین شمس

دفتری امور
سید حارث احمد، مجاہد احمد سلیجہ

مقام اشاعت
دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

سالانہ بدل اشتراک
اندرون ملک ₹ 220
بیرون ملک $ 150
قیمت فی پرچہ ₹ 20

فہرست مضامین

اداریہ	2
قرآن کریم / انفاخ النبی / کلام الامام المہدی / امام وقت کی آواز	3
خلاصہ خطبات جمعہ ماہِ جون 2023ء	4
میدان عمل میں تائید و نصرت کے ایمان افروز ذاتی واقعات	9
حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں اشاعت اسلام کی تڑپ	18
گوشۂ ادب	23
بنیادی مسائل کے جوابات (قسط 42)	24
Health & Fitness	28
فتاویٰ مصلح موعودؓ	29
Diary Dose	30
بزم اطفال / Mishkat Archives	33
Justice in Islam	35
Summary of the Friday Sermon on 05 May 2023	40

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے رسالہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے

Printed and Published by Mohammad Nooruddin M.A, B.Lib and owned by Majlis Khuddam-ul Ahmadiyya Bharat Qadian and Printed at Fazl e Umar Printing Press, Harchowal Road, Qadian Distt. Gurdaspur 143516 Punjab India, and Published at Office Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat, P.O Qadian, Distt. Gurdaspur 143516 Punjab India. Editor Niyaz Ahmad Naik

اداریہ

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

الٰہی سلسلوں کی یہ سنت ہے کہ وہ بتدریج ترقی کرتے ہیں لیکن وہ ترقی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے۔ایک درخت کے ارد گرد چند دنوں میں گھاس اُگ آتی ہے اور ہری بھری ہوجاتی ہے۔لیکن وہ جلد ہی مرجھا بھی جاتی ہے۔ اسکے برعکس ایک درخت آہستہ آہستہ نشو نما پاتا ہے لیکن یہ نشو نما بہت مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔یہی مثال الٰہی سلسلوں کی ہے۔وہ بھی ترقی کے منازل کی طرف بتدریج سفر طے کرتے ہیں۔کبھی ایک دانہ کی طرح زمین میں غائبانہ طور پر نشو نما کے دور سے گزرتے ہیں۔یہ ٹریننگ کا زمانہ ہوتا ہے۔جس طرح ایک بیج کو دوا کھاد دی جاتی ہے اسی طرح الٰہی سلسلہ کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ مخالفت انکے لئے کھاد کا کام دیتی ہے۔دانہ جب ترقی کرکے درخت کی صورت اختیار کرجاتا ہے تو پھر تند و تیز آندھیوں کا وہ مضبوطی سے مقابلہ کرتا ہے اور لوگوں کے لئے راحت و آرام کا موجب بنتا ہے۔اسی طرح الٰہی سلسلے ترقی کرتے کرتے تناور درخت کی صورت اختیار کرجاتے ہیں اور ہر طرح کی آندھیوں کا مقابلہ بڑی مضبوطی سے کرتے ہیں۔کوئی بھی مصیبت انکے پائے ثبات میں لغزش کا باعث نہیں بن سکتی۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کے ذریعہ ایک الٰہی سلسلہ قائم فرمایا۔اس سلسلے کو بھی نابود کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔آپؑ کیا خوب فرماتے ہیں کہ

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دئے اونچے منارے

آج دنیا کے بعض ممالک میں ہماری مساجد کے منارے گرائے جارہے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں اکناف عالم میں بیشمار مساجد عطا فرما رہا ہے۔دنیا کے بلند و بالا ایوانوں میں ہمیں توحید کی صدا بلند کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔مرکزی شہروں سے لیکر دور افتادہ علاقوں میں ہماری مساجد کے میناروں سے توحید کے نغمے گائے جارہے ہیں۔بیشمار افراد جماعت اپنے دلوں کے میناروں پر نزول خدا کو مشاہدہ کرتے ہیں۔خدا تعالیٰ کے افضال و برکات کی بارشوں کو ہر آن نازل ہوتا دیکھ رہے ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر ہر دن ایک نئی شان کے ساتھ پورا ہورہا ہے کہ

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیر غار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:''ہم اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کلمہ کی قسم جو قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرکے بتائے گا کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے حقیقی وفا کرنے والے ہم ہیں کہ تم؟اس دنیا میں اپنی عارضی طاقت اور حکومتوں کی پشت پناہی کے زعم میں تم جو ظلم اور سفاکی ہم سے روا رکھ سکتے ہو، رکھ لو۔لیکن ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس کلمہ کا یہی حقیقی فہم و ادراک آئندہ ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں دیتا ہے۔ اس کلمہ سے ہی ختم نبوت کا حقیقی فہم خدا تعالیٰ سے ہدایت پاکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ پس لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس دنیا میں بھی ہمارے دل کی آواز ہے اور اگلے جہان میں بھی ہمارا گواہ بن کر دشمن کے گریبانوں کو پکڑے گا۔ان شاء اللہ۔ ہم ببانگ دہل اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ مسیح محمدیؑ کی بعثت سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام خاتمیتِ نبوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپ کے امتی کو یہ بلند مقام ملنا آپؐ کی اعلیٰ شان کا اظہار ہے۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فقرے کہ ''اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو'' کا مصداق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(نیاز احمد نائک)

قرآن کریم

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَۃَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ (لقمان:13)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی (یہ کہتے ہوئے) کہ اللہ کا شکر ادا کرے تو وہ محض اپنے نفس کی بھلائی کے لئے ہی شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ غنی ہے (اور) بہت صاحبِ تعریف ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ (البقرہ: 223)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

انفاخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرتا۔ جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

(مسند احمد بن حنبل۔ کتاب اول مسند الکوفیین حدیث 18449)

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے طہارت اور صفائی سُتھرائی کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے۔ پس تمہاری طہارت کیا ہے؟ انصار نے عرض کی کہ ہم نماز کے لئے وضوء کرتے ہیں، غسل جنابت بھی کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہی وہ چیز ہے پس تم اس کو لازم پکڑے رہو۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطھارۃ و سننھا الاستنجاء بالماء)

کلام الامام المھدی علیہ السلام

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”اے وہ ذات جس نے اپنی نعمتوں سے اپنی مخلوق کا احاطہ کیا ہوا ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تعریف کی طاقت نہیں ہے۔ مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر، اے میری پناہ! اے حزن و کرب کو دور فرمانے والے! میں تو مر جاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ (قبر کی) مٹی میں بھی تیرے ذکر کے ساتھ ہی میری آواز جانی جائے گی۔ میری آنکھ نے تجھ سا کوئی محسن نہیں دیکھا۔ اے احسانات میں وسعت پیدا کرنے والے اور اے نعمتوں والے! جب میں نے تیرے لطف کا کمال اور بخششیں دیکھیں تو مصیبت دور ہو گئی اور (اب) میں اپنی مصیبت کو محسوس ہی نہیں کرتا۔“

(منن الرحمٰن، روحانی خزائن جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۶۹)

امام وقت کی آواز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”...پھر شکر گزاری کے بھی کئی طریقے ہیں۔ اُن طریقوں کو ہمیشہ روزانہ اپنی زندگی میں تلاش کرتا ہے۔ ایک احمدی جو ہے، حقیقی مومن جو ہے وہ شکر گزاری کے ان طریقوں کو تلاش کرتا ہے تو پھر دل میں بھی شکر گزاری کرتا ہے۔ پھر شکر گزاری زبان سے شکریہ ادا کر کے بھی کی جاتی ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے یا کسی دوسرے کی شکر گزاری بھی کرتا ہے تو زبان سے شکر گزاری ہے۔ اور پھر اپنے عمل اور حرکت و سکون سے بھی شکر گزاری کی جاتی ہے۔ گویا جب انسان شکر گزاری کرنا چاہے تو اُس کے تمام اعضاء بھی اس شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں یا انسان کے تمام جسم پر اُس شکر گزاری کا اظہار ہونا چاہئے۔...“

(خطبہ جمعہ 13 جولائی 2012ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ 02/ جون 2023ء بمقام مسجد مبارک اسلام آباد یو کے

جنگ بدر کا پس منظر

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بدری صحابہ کی سیرت اور قربانیوں کے متعلق مَیں ایک سلسلہ خطبات میں بیان کرتا رہا ہوں۔ بہت سے لوگوں نے اس خواہش کا اظہار کیا اور مجھے لکھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نہ بیان کی جائے تو تشنگی رہ جائے گی۔ کیونکہ اصل محور تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایسی ہے کہ جسے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایک وصف ایسا ہے کہ جس کا احاطہ کئی کئی خطبات میں بھی نہیں ہوسکتا۔

جنگ بدر کے اسباب بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ''سیرت خاتم النبیینؐ'' میں لکھتے ہیں کہ کفار مکہ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو رویہ اور تدابیر اختیار کیں وہ کسی بھی زمانے اور علاقے سے قطع نظر دو قوموں میں جنگ چھڑ جانے کے لیے کافی وجوہات تھیں۔ مکّے کی پارلیمان میں تمام سرداروں کے اتفاق سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔ پھر اس خونی قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نوجوانانِ مکہ رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملہ آور ہوئے۔ تاہم خدا نے فضل کیا اور آپ محفوظ رہے اور جان بچا کر غارِ ثور میں پناہ لی۔ کیا یہ تمام منصوبے اور خونی قراردادیں کفارِ مکہ کی طرف سے اعلانِ جنگ نہ تھا؟ کیا قریش کے یہ مظالم مسلمانوں کی طرف سے دفاعی جنگ کی کافی بنیاد نہیں ہو سکتے؟ اسی طرح جب آنحضرتؐ مدینہ ہجرت کر گئے تو قریش مکہ نے مدینے کے رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔ جب یہ خط عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں کو ملا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ جب آپ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ ان سے ملے اور انہیں سمجھایا اور جنگ سے روکا۔ اسی طرح قریشِ مکّہ نے بڑے منظم انداز میں عرب کے دیگر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا اور جنگ پر آمادہ کیا۔ اس کے نتیجے میں تمام عرب اہل مدینہ کے دشمن ہو گئے اور یہ حال ہو گیا کہ گویا مدینہ کے ارد گرد آگ ہی آگ ہے۔ جہاد بالسیف کے متعلق سب سے پہلی آیت (سورۃ حج) ۱۲/ صفر ۲/ ہجری کو نازل ہوئی۔ جہاد فرض ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے کفار کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ابتداءً چار تدابیر اختیار کیں۔ اوّل آپ نے خود سفر کر کے مدینے کے ارد گرد کی اقوام سے معاہدے کیے۔ دوم آپ نے چھوٹی چھوٹی خبر رساں پارٹیاں مدینے کے قرب و جوار میں روانہ کرنا شروع کیں۔ سوم یہ کہ ان پارٹیوں کی روانگی سے کمزور مسلمانوں کو مدینے آکر مسلمانوں سے مل جانے کا موقع میسر آ گیا۔ چہارم یہ کہ آنحضورؐ نے کفار کے ان تجارتی قافلوں کی روک تھام شروع فرمادی جو مکّے سے شام کی طرف آتے جاتے ہوئے مدینے کے پاس سے گزرتے تھے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ ۱۔ مکرم خواجہ منیر الدین قمر صاحب آف یو کے، مرحوم کا جنازہ حاضر تھا۔ ۲۔ مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، آپ حضرت مصلح موعودؓ کے پوتے اور مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے بیٹے تھے۔ مرحوم

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے نواسے تھے۔ ۳۔مکرمہ سیدہ امۃ الباسط صاحبہ اہلیہ سید محمود احمد صاحب آف اسلام آباد، پاکستان۔ ۴۔مکرم شریف احمد بندیشہ صاحب آف ادھوالی ضلع فیصل آباد۔حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔

فرمودہ 09/ جون 2023ء بمقام مسجد مبارک اسلام آباد یو کے

جنگِ بدر کے تناظر میں مختلف غزوات وسرایا کا تذکرہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جنگ بدر سے قبل کچھ سرایا اور غزوات بھی ہوئے اور کفار مکہ کی جنگ کے لیے تیاری کے کچھ حالات بھی بیان کروں گا۔ انشاء اللہ

(1) رسول اللہؐ نے رمضان ایک ہجری میں پہلا سریہ حضرت حمزہ کی کمان میں بھیجا جسے سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ آپؐ نے اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کو اس کا امیر بنایا۔ تیس مہاجر سوار اُن کے ساتھ تھے۔ عیص کے مقام پر دونوں فریق صف آرا ہوئے لیکن بنوسُلیم قبیلے کے ایک رئیس نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور دونوں فریق واپس چلے گئے۔

(2) پھر سریہ عبیدہ بن حارث ہے۔ شوال ایک ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو ساٹھ مہاجرین کی کمان دے کر ثنیۃ المرۃ کی طرف روانہ کیا جہاں ابوسفیان اور اس کے دو سو سواروں سے آمنا سامنا ہوا۔ دونوں طرف سے چند تیر چلائے گئے مگر باقاعدہ لڑائی نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے مسلمانوں اور کفار کے درمیان کبھی تیر اندازی نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے پہلا تیر چلایا جو اسلامی تاریخ کا پہلا تیر تھا اور جس پر حضرت سعدؓ کو بجا طور پر فخر تھا۔ پھر فریقین واپس اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے۔

(3) پھر سریہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ایک یا دو ہجری میں ہوا۔ (4) پھر غزوہ ودّان صفر دو ہجری کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ساٹھ ستّر مہاجرین کے ساتھ ودّان کی طرف گئے۔ مؤرخ ابن سعد کے نزدیک یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہؐ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ (5) غزوہ بواط ربیع الاول ۲/ ہجری میں ہوا۔ رسول اللہؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا اور اپنے دو صحابہ کی معیت میں قریش کے قافلے کو روکنے کے لیے نکلے۔ (6) غزوہ عُشَیرہ (7) غزوہ بدر الاولیٰ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ عُشَیرہ سے واپس آئے تو دس دن بھی نہ گزرے تھے کہ کُرز بن جابر نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا۔ آپؐ اس کے تعاقب میں نکلے اور حضرت زید بن حارثہؓ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ (8) سریہ عبد اللہ بن جحشؓ مکہ کے قریب وادی نخلہ میں ہوا۔ (9) غزوہ بدر الکبریٰ کو قرآن کریم میں یوم الفرقان قرار دیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریمؐ کا فرقان جنگ بدر کا دن تھا جس دن کہ مخالفوں کی زبردست طاقت والے سرگروہ ہلاک ہوئے اور مسلمانوں کو فتح اور غلبہ حاصل ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ایک اور مقام پر لفظ فرقان کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قرآن سے مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوئے ہیں کہ فرقان نام ہے اس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ جائے اور یہ بدر کا دن تھا۔

اس غزوہ کو بدر ثانیہ، بدر الکبریٰ، بدر العظمیٰ اور بدر القتال بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان قریش کا ایک قافلہ لے کر واپس آرہا ہے اس قافلہ کی روک تھام کے لیے نکلنا ہرگز قابل اعتراض نہیں تھا کیونکہ یہ غیر معمولی قافلہ تھا اور اس کا منافع مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جانا تھا۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس کا منافع جنگ احد کی تیاری میں صَرف کیا گیا۔

اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب کا ایک عجیب خواب ہے جو بعد میں سچا ثابت ہوا۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان ہو گی۔

فرمودہ 16/ جون 2023ء بمقام مسجد مبارک اسلام آباد یو کے

جنگ بدر کے لیے تیاری اور روانگی کا تذکرہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: امیہ بن خلف اور ابولہب نے جنگ میں شرکت سے کچھ گریز کرنا چاہا۔ چنانچہ ابوجہل امیہ بن خلف کے پاس آیا اور کہا

کہ تم قریش کے سرداروں میں سے ہو اگر تم جنگ میں شریک نہ ہوئے تو لوگ بھی پیچھے ہٹ جائیں گے اس لیے تم ہمارے ساتھ ضرور چلو، بے شک ایک دو روز کی مسافت کے بعد واپس آجانا۔ دراصل امیہ جنگ پر جانے سے اس لیے گریز پا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ کی ہلاکت کی پیش گوئی کر رکھی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر صحیح بخاری میں ملتا ہے۔ ابولہب نے اپنی جگہ ایک دوسرے آدمی کو روانہ کیا تھا۔ اس کے نہ جانے کی وجہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب تھا۔ ابولہب کہا کرتا کہ عاتکہ کا خواب ایسے ہے جیسے کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی شئے دے دی جائے۔ کفارِ مکہ کا لشکر بڑے جوش و خروش کے ساتھ روانہ ہوا۔ لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کے پاس ایک سو یا بعض کے نزدیک دو سو گھوڑے، سات سو اونٹ، چھ سو زرہیں اور دیگر سامانِ جنگ مثلاً نیزے، تلواریں اور تیر کمانیں بڑی تعداد میں تھے۔ اہلِ قریش مکّے سے نکل کر جحفہ میں اترے جو مدینے کی جانب بیاسی میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ایک شخص جہیم بن صلت نے لوگوں سے اپنا ایک خواب بیان کیا۔ یہ خواب جب ابوجہل نے سنا تو وہ غصے سے کہنے لگا کہ بنو عبدالمطلب میں یہ ایک اَور نبی پیدا ہوگیا ہے۔ کل اگر ہم نے جنگ کی تو خوب پتا چل جائے گا کہ کون قتل ہوتا ہے۔ ابوسفیان نے بھی ابوجہل کو یہ پیغام بھجوایا تھا کہ جنگ سے بچنے کی کوشش کرو۔

ابوسفیان کا یہ پیغام سن کر ابوجہل نے کہا کہ بخدا! ہم بدر تک ضرور جائیں گے اور وہاں اپنے اونٹ ذبح کریں گے، شرابیں پیئیں گے، ہماری کنیزیں ہمارے سامنے گیت گائیں گی۔ اس طرح سارے عرب میں ہمارے سفر اور لشکر کی خبر پہنچ جائے گی اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں گے۔ ابوسفیان کے اس پیغام پر بنو عدی اور بنو زہرہ واپس چلے گئے اور جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ ابوطالب کے بیٹے طالب بھی کفار کے ساتھ تھے، راستے میں کفار نے انہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ آ تو گئے ہو لیکن تمہاری اصل ہمدردیاں محمد کے ساتھ ہیں۔ اس پر طالب اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ واپس چلے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲/ رمضان ۲ ہجری کو مدینے سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ تین سو سے کچھ اوپر اصحاب تھے، اکثر روایات میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ بیان ہوئی ہے۔ ان میں ۷۴ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں انصار بھی شامل ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے پاس پانچ یا بعض روایات کے مطابق دو گھوڑے تھے۔ ساٹھ زرہیں تھیں، ستّر یا اسّی اونٹ تھے۔ صحابہ کرامؓ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! یہ ننگے پاؤں ہیں انہیں سواریاں عطا فرما۔ یہ ننگے بدن ہیں انہیں لباس عطا فرما۔ یہ بھوکے ہیں انہیں سیر کر دے۔ یہ تنگ دست ہیں انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور جنگ کے اختتام پر کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جسے سواری میسر نہ ہو۔ سامانِ رسد اتنا تھا کہ کھانے پینے کی کوئی تنگی نہ رہی، بے لباسوں کو لباس عطا ہوئے۔ جنگی قیدیوں کی رہائی کا اتنا معاوضہ ملا کہ ہر خاندان دولت مند ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کا جھنڈا مصعب بن عمیرؓ کو عطا فرمایا۔ یہ جھنڈا اسفید رنگ کا تھا۔ اس کے علاوہ دو سیاہ پرچم بھی تھے جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے پاس تھا۔ یہ جھنڈا حضرت عائشہؓ کی اوڑھنی سے بنایا گیا تھا۔ جبکہ دوسرا سیاہ جھنڈا ایک انصاری صحابی کے پاس تھا۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے باقی تفصیل آئندہ بیان ہونے کا ارشاد فرمانے کے بعد درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ پڑھانے کا اعلان فرمایا اور مغفرت کیلئے دعا کی۔

۱۔ مکرم شیخ غلام رحمانی صاحب آف یوکے۔ ۲۔ مکرم Tahir AG Hama صاحب آف مہدی آباد ڈوری برکینا فاسو۔ ۳۔ مکرم خواجہ داؤد احمد صاحب ۲۵/ مئی کو ۸۰ سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔ ۴۔ مکرم سید تنویر شاہ صاحب آف سسکاٹون کینیڈا۔ ۵۔ مکرم رانا محمد ظفر اللہ خان صاحب مربی سلسلہ۔

فرمودہ 23/ جون 2023ء بمقام مسجد مبارک اسلام آباد یوکے

جنگ بدر اور صحابہ کرامؓ کی اپنے آقاؐ کی والہانہ اطاعت کا بیان

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: جیسا کہ گذشتہ خطبے میں بیان ہوا تھا کہ آنحضرتؐ کے بھیجے ہوئے مخبروں نے جب یہ اطلاع دی کہ قریش کا لشکر تجارتی قافلے

کے بچاؤ کے لیے بڑھا چلا آرہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صورتحال سے آگاہ کیا اور مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت مقداد بن عمروؓ نے کہا کہ ہم ایسا جواب نہ دیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کو دیا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ یعنی جا تُو اور تیرا ربّ دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے بلکہ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں جو بھی آپؐ فیصلہ کریں اور آپؐ کے ساتھ مل کر آپؐ کی معیت میں دشمن کے ساتھ جنگ کریں گے۔ رسول اللہؐ نے یہ سُن کر انہیں کلمہ خیر سے نوازا اور اُن کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت مقدادؓ تینوں مہاجرین میں سے تھے اس لیے رسول اللہؐ کی خواہش تھی کہ انصار کی رائے طلب کریں۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا کہ ہم آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں اور آپؐ کے دین کی گواہی دی ہے اور ہم نے آپؐ کا حکم سننے اور اُس کو بجا لانے کا وعدہ کیا ہے اس لیے آپؐ ہمیں جہاں لے جائیں ہم چلنے کے لیے تیار ہیں۔ پس اللہ کی برکت پر آپؐ ہمارے ساتھ روانہ ہوجائیں۔ بہرحال حضرت سعدؓ کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں وہ جگہ دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہوکر گریں گے۔

انصار کے مشورہ کے بعد رسول اللہؐ وہاں سے روانہ ہوئے اور بدر کے قریب نزول فرمایا۔ کچھ دیر بعد آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ نکلے اور ایک عربی بوڑھے کے پاس جاکر رُک گئے اور قریش کے متعلق دریافت فرمایا۔ بوڑھے نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمدؐ اور آپؐ کے صحابہ فلاں دن روانہ ہوچکے ہیں اور اگر یہ درست ہے تو اس وقت وہ اس مقام پر ہوں گے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قریش فلاں دن روانہ ہوئے ہیں اور اگر یہ درست ہے تو وہ فلاں مقام پر ہوں گے۔ بوڑھے کے پوچھنے پر کہ آپ لوگ کون ہو تو رسول اللہؐ نے بڑی حکمت سے جواب دیا کہ ہم پانی سے ہیں۔ یہ غالب امکان ہے کہ رسول اللہؐ نے بدر کے چشمے کا حوالہ دیا ہو۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ شام کے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو چند دیگر صحابہ کے ہمراہ بدر کے چشمے کی طرف روانہ فرمایا تا کہ دشمن کی مزید خبریں لاسکیں۔ وہ دو افراد کو پکڑ لائے جنہوں نے بتایا کہ قریش نے ہمیں پانی لانے بھیجا تھا۔ رسول اللہؐ کے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ بہت سے قریش اس پہاڑی کے پیچھے موجود ہیں اور وہ کسی دن نَو اور کسی دن دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ نَو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔ پھر انہوں نے قریش کے کئی سرداروں کے نام بتائے جو اس لشکر میں شامل تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر گوشے نکال کر ڈال دیے ہیں۔ یہ نہایت دانشمندانہ اور حکیمانہ الفاظ تھے جو آپؐ کی زبان مبارک سے بے ساختہ نکلے جس کی وجہ سے صحابہ کے دل مضبوط ہوگئے کہ خدا نے ان کو یقیناً فتح عطا کرنی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ جب بدر کے میدان میں پہنچے تو صحابہؓ نے مشورہ کرکے آپؐ کو ایک اونچی جگہ پر سائبان میں بٹھادیا اور سب سے تیز رفتار اونٹنی وہاں باندھ دی اور کہا کہ ہم تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے۔ ہمیں اپنی موت کا کوئی غم نہیں ہمیں آپؐ کا خیال ہے۔ ہم اگر مر گئے تو اسلام کا کچھ نقصان نہیں ہوگا لیکن آپؐ کے ساتھ اسلام کی زندگی وابستہ ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم ایک ایک کر کے شہید ہوجائیں تو اس اونٹنی پر سوار ہوکر مدینہ پہنچ جائیں وہاں ہمارے بھائی آپ کی حفاظت کریں گے۔

حضور انور نے آخر میں مکرم قاری محمد عاشق صاحب سابق استاذ جامعہ احمدیہ ربوہ و پرنسپل و نگران مدرسۃ الحفظ ربوہ اور مکرم نور الدین الحصنی صاحب آف شام کی وفات پر دونوں کا ذکر خیر فرمایا اور بعد نماز جمعہ ان کے نماز جنازہ غائب پڑھانے کا بھی اعلان فرمایا۔

فرمودہ 30؍جون 2023ء بمقام مسجد مبارک اسلام آباد یوکے

جنگِ بدر کی تیاری اور آنحضورؐ کی متضرعانہ دعاؤں کا بیان

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہ العزیز نے فرمایا: سواد بن غزیہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے عجیب اظہار کا واقعہ گذشتہ خطبے میں بیان ہوا تھا۔ سواد نے فرطِ محبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کو چوم لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے پوچھا کہ سواد یہ تمہیں کیا سوجھی؟ سواد نے رقت بھری آواز میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن سامنے ہے کچھ خبر نہیں کہ یہاں سے بچ کر جانا ملتا ہے کہ نہیں۔ مَیں نے چاہا کہ شہادت سے پہلے آپ کے جسم مبارک سے اپنا جسم چھو جاؤں۔

جنگِ بدر میں صحابہ کا شعار یعنی نشان یا نعرہ یا بنی عبد الرحمٰن تھا۔ اسی طرح خزرج کا نعرہ یا بنی عبد اللہ تھا۔ قبیلہ اوس کا شعار یا بنی عبید اللہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھڑ سواروں کو خَیل اللہ کا نام دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو سیدھا کر لیا تو صحابہؓ کو فرمایا جب تک مَیں تمہیں حکم نہ دوں دشمن پر حملہ نہ کرنا۔ تلواریں اس وقت تک نہ سونتا جب تک دشمن بالکل قریب نہ آ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے میں جہاد اور صبر کی تلقین فرمائی۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے روز صحابہؓ سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنو ہاشم اور کچھ دوسرے لوگ مشرکین کے ساتھ مجبوراً آئے ہیں وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ابو حذیفہ نے اس پر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے بھائی بندوں کو تو قتل کریں لیکن عباس کو قتل نہ کریں۔ اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا اب رسول اللہ کے چچا پر تلوار چلائی جائے گی۔ بعد میں حضرت ابو حذیفہ اپنی اس بات کو یاد کر کے بہت افسوس کیا کرتے اور کہتے کہ صرف شہادت ہی اس غلطی کا کفارہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ابو حذیفہ جنگِ یمامہ کے دن شہید ہو گئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہدایات کے بعد دوبارہ سائبان میں تشریف لے گئے اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے کہ اے اللہ! جو تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تُو نے مسلمانوں کا یہ گروہ آج ہلاک کر دیا تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابو بکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے چمٹ گئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! آپ کی اپنے رب سے کی گئی یہ دعا کافی ہے۔ وہ آپ سے کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائے گا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ لڑتے ہوئے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا تو میں آپ کے سائبان کی طرف بھاگا جاتا۔ مگر جب بھی مَیں گیا مَیں نے آپ کو سجدے میں گڑگڑاتے ہوئے پایا۔

جب آپؐ سائبان میں دعا کر رہے تھے تو آپ پر اونگھ طاری ہوئی پھر یکایک بیدار ہوئے اور فرمایا اے ابو بکر! خوش ہو جاؤ! تمہارے پروردگار کی مدد آ گئی ہے۔ یہ دیکھو جبرائیل اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اسے چلاتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے پاؤں پر غبار کے نشان ہیں۔ میدان بدر میں آپؐ نے زبیر بن العوام کو میمنہ پر، مقداد بن عمرو کو میسرہ پر، قیس کو پیادہ فوج پر افسر مقرر کیا۔ لشکر کی امامت آپؐ کے ہاتھ میں تھی، آپ اگلی صفوں میں تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم جنگ کے دن رسول اللہؐ کی آڑ لیتے تھے۔ حضورؐ دشمن کے قریب تر تھے۔ سب مجاہدین سے زیادہ حضورؐ جنگ کرنے والے تھے۔

مسلمانوں کے لشکر کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے رؤسائے قریش نے عمیر بن وہب کو بھیجا۔ عمیر پر مسلمانوں کا ایسا جلال اور رعب طاری ہوا کہ وہ سخت مایوس ہو کر کفار کی طرف لوٹا اور قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ اے معشر قریش! مَیں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں اونٹنیوں نے اپنے اوپر آدمیوں کو نہیں، بلکہ موتوں کو اٹھایا ہوا ہے۔ یثرب کی سانڈھنیوں پر گویا ہلاکتیں سوار ہیں۔ قریش نے جب یہ سنا تو ان میں بے چینی پھیل گئی۔ حکیم بن حزام کی تجویز پر ابو جہل نے جھٹ بولا اچھا اچھا! اب عتبہ کو اپنے سامنے اپنے رشتے دار نظر آنے لگے ہیں۔ پھر ابو جہل نے حکمتِ عملی کے ساتھ اس تجویز کو ایسے رد کیا کہ لشکرِ کفار کے سینوں میں عداوت کے شعلے بلند ہو گئے اور جنگ کی بھٹی اپنے پورے زور سے دہکنے لگی۔ آخر میں حضورِ انور نے فرمایا کہ جنگ کی بقیہ تفصیل آئندہ بیان ہو گی۔

میدانِ عمل میں تائید و نصرت کے ایمان افروز ذاتی واقعات

از مولانا محمد حمید کوثر ناظر دعوت الیٰ اللہ مرکزیہ قادیان

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے خاکسار جیسے نالائق اور کمزور بندے کو اپنے دین کی خدمت کا موقعہ عنایت فرمایا اور ہر مرحلے پر اپنی تائید ونصرت کا سہارا دیا جن کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے اتنا کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات کے واقعات تو اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ اور بعض واقعات ایسے بھی ہیں جن کو تحریر کرنے کی طبیعت اجازت نہیں دیتی ان کو پردۂ اخفاء میں رکھنا ہی مناسب ہے۔

ادارت ماہنامہ مشکوٰۃ خدام الاحمدیہ بھارت کے مطالبے پر چند ایسے واقعات اس اُمید کے ساتھ تحریر کیے جارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں عزیز خدام و اطفال کے لیے باعثِ افادہ و استفادہ بنادے۔ آمین

قبل اس کے کہ واقعات تحریر کیے جائیں یہ تحریر کرنا بھی ضروری ہے کہ تبلیغ کرنا بہت ہی مبارک کام ہے ہر نبی اور رسول نے یہ فرض ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو ''داعی الی اللہ'' (داعیاً الی اللہ) قرار دیا۔ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جو یہ فرض ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بیشمار فضلوں، رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا ہے۔ یہ امر بھی ہمیشہ پیش نظر رہے کہ تبلیغ کرتے ہوئے شدید مخالفت کا بھی سامنا ہوگا اسے صبر اور دعاؤں کے ساتھ برداشت کریں۔ ایسے مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے جلوے بھی دکھاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گزر میں دشت خار

اس مختصر تمہید کے بعد چند واقعات درج ذیل ہیں:

ایک ایمان افروز واقعہ

مؤرخہ 30 اگست 1973ء کو مولوی فاضل کا نتیجہ آیا یکم ستمبر 1973ء کو مدرسہ احمدیہ قادیان کا نیا تدریسی سال موسمی تعطیلات کے اختتام کے بعد شروع ہونا تھا 31 اگست کو محترم مولانا محمد حفیظ احمد صاحب فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ مجھے مسجد مبارک قادیان کے گیٹ کے پاس مغرب کی نماز کے بعد ملے اور کہنے لگے کہ کل صبح مدرسہ آجانا میں نے آپ کو جامعہ میں بطور استاد لینے کے تعلق سے درخواست بھی بھجوائی ہوئی ہے امید ہے منظوری ہو گئی ہوگی یہ بات سنتے ہی میں واپس بیت الدعا چلا گیا اور بڑی رقت و تضرع سے دعا کی کہ یا اللہ میری دلی تڑپ یہ ہے کہ میں میدان تبلیغ میں جاکر اپنے والد صاحب کی دلی خواہش کے مطابق تبلیغ کروں اگر میری خواہش اور دعا کو قبول فرمائے تو یہ تیرا کرم ہوگا ورنہ میں تو ایک واقف زندگی ہوں جہاں حکم ہوگا وہاں خدمت کروں گا خاکسار کو دو نفل ادا کرنے کے بعد محسوس ہوا کہ میرے رب کریم نے میری دعا قبول فرمالی ہے۔

اگلے دن جامعہ احمدیہ کے دفتر واقع ملحق بڑے گیٹ، بجانب شمال حاضر ہوا مولانا محمد حفیظ صاحب دفتر میں موجود نہ تھے تھوڑی دیر کے بعد آئے اور مجھے کہنے لگے حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے پاس سے آرہا ہوں انہوں نے کہا ہے کہ محمد حمید کوثر قادیان کا ہے ہم نے اسے میدان تبلیغ میں بھیجنا

ہے جامعہ میں پڑھانے کے لئے آپ کو کوئی استاد دے دیا جائے گا آج بھی جب مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے تو اپنے رب کریم کا وہ وعدہ یاد آتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ

(سورۃ المومن آیت 61)

ترجمہ: تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں سنوں گا۔

مولانا صاحب فرمانے لگے کہ میں نے تو بڑی دعا کے بعد آپ کا نام تجویز کیا تھا مگر جو اللہ کو منظور ہوتا ہے اسی کے مطابق ہی حالات بنتے ہیں کچھ نصائح کیں اور کہنے لگے محترم مرزا وسیم احمد صاحب کے پاس چلے جائیں انہوں نے آپ کو بلایا ہے اللہ تعالیٰ نے محترم مولانا صاحب کی دعا کو بھی مناسب وقت میں قبول فرمایا اور پھر خاکسار کو سن 2006 تا سن 2013ء جامعہ احمدیہ میں بطور پرنسپل خدمت بجالانے کا موقعہ ملا اور جب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو انجمن میں ریکارڈ ہونے کے بعد فروری 2006ء میں پرنسپل جامعہ کے دفتر پہنچا تو اس جگہ وہ کرسی رکھی ہوئی تھی جس پر بیٹھے ہوئے مولانا صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے بڑی دعا کے بعد آپ کا نام تجویز کیا تھا میں نے ان الفاظ کو یاد کرتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے پرنسپل جامعہ کی ذمہ داریاں ادا کرنی شروع کر دیں مولانا صاحب تو اس وقت بحیات نہیں تھے البتہ انہیں یاد ضرور کیا تھا۔

تبلیغی سفر کا آغاز اور بزرگان کی قیمتی نصائح

مورخہ 12 فروری 1973ء وہ دن تھا جس دن مجھے قادیان سے بھاگلپور کے لیے روانہ ہونا تھا۔ تقریباً نو بجے حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ؓ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان کی خدمت میں حاضر ہو ادعا کی درخواست کی اور روانگی کی اجازت چاہی۔ اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی اپنے سینے سے لگایا اور دو لفظ میں سمندر کو کوزے میں بند کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے خلیفہ سے مضبوط تعلق بنائے رکھنا۔ پھر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے نصیحت فرمائی جو بات سمجھ نہ آئے تو اللہ تعالیٰ سے درج ذیل الفاظ میں دعا مانگتے چلے جانا تاوقتیکہ وہ سمجھ آجائے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

فرمانے لگے میں نے اباجان رضی اللہ عنہ یعنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو یہ دعا کرتے دیکھا کہ ہاتھ میں قرآن مجید ہوتا اور صحن یا کمرے میں ٹہلتے جاتے اور یہ دعا پڑھتے جاتے دونوں بزرگوں کی مذکورہ قیمتی نصائح میری زندگی کا نصب العین بنی رہیں اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت مولوی حسن علی صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر دعا

یہ خاکسار کی خوش قسمتی تھی کہ میرا پہلا تقرر بھاگلپور میں ہوا اس شہر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی حسن علی صاحب رضی اللہ عنہ ابدی نیند سو رہے ہیں آپ نے 1894ء میں قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی دو سال بعد فروری 1896ء میں آپ کی بھاگلپور میں وفات ہوگئی اور بھاگلپور کے شاہ جنگی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی مورخہ 20 فروری 1974ء کو بعد نماز عصر محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب مرحوم مجھے اپنی گاڑی میں مولوی صاحب کی قبر پر دعا کے لئے لے گئے ہمارے ساتھ محترم ڈپٹی محمد ایوب صاحب مرحوم بھی تھے ایک تالاب کے کنارے بہت بڑے درخت کے نیچے ان کی قبر تھی اور کتبہ پر مولوی حسن علی صاحب لکھا ہوا تھا وہاں سے ہم بھاگلپور کے محلہ سرائے احمدیہ قبرستان میں آئے جہاں خاکسار نے اپنے نانا عابد حسین صاحب مرحوم کی قبر پر دعا کی۔

شریف طبع افراد سے تبلیغی گفتگو

برّہ پورہ میں جو شریف طبع افراد تھے ان سے ملاقات کا سلسلہ شروع کیا گیا اور ان سے بڑی حکمت اور نرمی سے بات شروع کی گئی سید عبد الفہیم صاحب مرحوم M.A، LLB تھے مکرم محمد شمیم الدین صاحب کے ساتھ ان کے گھر جانا شروع ہوا ان کو مختلف طریقوں سے تبلیغ کی گئی خاکسار نے ان کے سوال کو دیکھ کر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام پھر اور کتابیں دیں الحمد للہ کچھ ماہ بعد ہی انہوں نے بیعت کر لی اسی طرح ان کی اہلیہ بلقیس آراء صاحبہ بیٹا سید اشفاق احمد اور دوسرے بیٹے

سید آفاق احمد بھی جماعت میں شامل ہو گئے اسی طرح ایک اور دوست محمد نذیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی بھی محمد شمیم الدین صاحب مرحوم اور خاکسار کے ساتھ تبلیغی بات چیت ہوتی رہی انہوں نے بھی 1975ء میں بیعت کر لی اسی طرح ایک خاتون صاحبہ (جو بھیکھن پور والی چچی) کے نام سے مشہور تھیں وہ بھی جماعت میں شامل ہو گئیں ان افراد کے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے محلہ برّہ پورہ کے غیر احمدی مخالفت میں اور بڑھ گئے گالیاں دینا اور پتھراؤ کرنا ایک معمول بن گیا تھا۔

حسن محمد صاحب کا ایک ایمان افروز واقعہ

برّہ پورہ میں ایک دوست حسن محمد صاحب ہوا کرتے تھے (وفات 28 مارچ 2000) ایم اے تک ان کی تعلیم تھی اور ایک کالج میں لیکچرار تھے وہ کچھ عرصہ پہلے ہی احمدی ہوئے تھے، اور اپنے بھائیوں میں اکیلے احمدی تھے علم دوست اور گہرا مطالعہ کرنے والے انسان تھے ایک دن میں نے انہیں مسیح موعود علیہ السلام کی یہ روایت سنائی جس میں ذکر ہے کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہئے کم از کم تین دفعہ ہماری کتب کا مطالعہ کریں جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔ (بحوالہ سیرت المہدی حصہ دوم)

جب انہوں نے یہ روایت سنی تو مجھ سے پوچھنے لگے کیا آپ کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب ہیں، میں نے جواب دیا کہ میرے پاس اپنی ذاتی کتب ہیں کہنے لگے آپ مجھے ترتیب سے کتابیں دیتے جائیے، ایک کتاب پڑھ کر میں واپس کر دوں گا اور اگلی جلد لے جایا کروں گا بڑی باقاعدگی سے یہ سلسلہ جاری رہا ایک دن کشتی نوح لے گئے اور چند دنوں کے بعد واپس لائے اور بڑے خوش تھے میں برّہ پورہ کی مسجد میں بیٹھا تھا مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے کہ مولانا آپ گواہ رہیں آج کشتی نوح کے مطالعہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر میرا ایمان کامل ہوگیا ہے، کہنے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کشتی نوح میں اپنے بارے میں لکھا ہے کہ:

"مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔۔۔۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا" حسن محمد صاحب کہنے لگے جس شخص (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے براہین احمدیہ، آئینہ کمالات اسلام، منن الرحمن، مسیح ہندوستان میں، جیسی معرکۃ الآراء کتب لکھی ہوں، اور سرمہ چشم آریہ اور جنگ مقدس اور الحق لدھیانہ جیسے مناظرے کئے ہوں اور دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے ہوں وہ ہر ایسی بات لکھنے سے بچے گا جس سے جگ ہنسائی اور مذاق ہو ایسے مخالفانہ ماحول میں آپ نے مذکورہ عبارت لکھی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جیسا سمجھایا اس نے اسی طرح لکھ دیا۔ اُس نے یہ پرواہ نہیں کی کہ مخالفین کیا کہیں گے، اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں سچے اور امین تھے آپ نے الٰہی امانت کو اُسی طرح پہنچا دیا جیسے اُسے سمجھایا گیا تھا آگے دنیا والے اسے قبول کریں یا نہ کریں یہ اُن کی مرضی، اُن کی یہ بات سن کر مجھے قرآن مجید کی یہ آیت یاد آئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ آیت 27)

ترجمہ وہ بہت سے لوگوں کو اس قرآن کے ذریعہ گمراہ قرار دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس قرآن کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ عبارت پر ہی مخالفین سب سے زیادہ اعتراض کرتے ہیں اور اسے استہزاء کا نشانہ بناتے ہیں اور دوسری طرف کچھ ایسے بھی ہیں جن کے لیے یہی عبارت تقویت ایمان کا باعث بنتی چلی جا رہی ہے۔

ایک ہوٹل والے کی مخالفت بعد ازاں اظہار ندامت

ایک دن خاکسار اور برادر سید عبد النقی صاحب سائیکلوں پر سوار ایک تبلیغی سفر سے واپس آ رہے تھے برّہ پورہ جاتے ہوئے راستے میں ایک محلہ بھیکھن پور میں ایک مسلمان کی چائے کی دکان تھی، ہم وہاں چائے پینے کے لئے بیٹھ گئے ہم نے دیکھا ہوٹل والا جو گاہک بعد میں آئے ان کو وہ چائے دے رہا تھا مگر ہماری طرف توجہ نہیں کرتا آخر عبد النقی صاحب نے پوچھا، تو اُس نے جواب دیا کہ میں کتوں کو چائے دوں گا قادیانیوں کو نہیں، آپ جا سکتے ہیں خاکسار نے اُسے کہا کہ ہوٹل کے باہر لکھ کر

لگادیں کہ یہاں کتوں کو چائے دی جاتی ہے تا کہ وہ جو اپنے آپ کو انسان سمجھتے ہیں وہ یہاں نہ آئیں ہم اپنے آپ کو انسان سمجھتے ہیں، لہٰذا ہم جا رہے ہیں میرا یہ جواب اس پر اثر کر گیا دو تین دن کے بعد ہم وہاں سے گزر رہے تھے کہ اس نے ہمیں روک کر معذرت کی اور ہوٹل میں لے جا کر چائے پلائی۔

قرب و جوار کی جماعتوں میں بذریعہ سائیکل سفر

تبلیغی و تربیتی مقاصد کے حصول کے لیے قرب و جوار کی جماعتوں میں بذریعہ سائیکل جانے کا سلسلہ شروع کیا گیا پہلا سفر سید عبد الباقی صاحب کی قیادت میں برّہ پورہ سے بلاری اور پھر خانپور ملکی تک کا کیا گیا راستے میں تبلیغی بات چیت ہوتی رہی اور حسب ضرورت لٹریچر دیا جاتا رہا ہر جگہ تبلیغی و تربیتی جلسے ہوئے اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا ماشاءاللہ خدام اس میں حصہ لیتے رہے تبلیغی و تربیتی لحاظ سے یہ سفر بہت مفید ثابت ہوئے۔

حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کی ایک پاکیزہ نصیحت

1976-1977ء میں صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب پٹنہ میں زیر تعلیم تھے اور رخصتوں میں کلیم صاحب کو پٹنہ سے قادیان لانا خاکسار کے سپرد تھا جنوری 1977ء میں ہم نے قادیان سے پٹنہ واپس جانا تھا قادیان سے امرتسر بذریعہ کار سفر کیا، کار میں پچھلی سیٹ پر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور سیدہ آپا جان امتہ القدوس اور کلیم صاحب تشریف فرما تھے خاکسار اگلی سیٹ پر ڈرائیور محمد یوسف صاحب گجراتی کے ساتھ بیٹھا تھا حضرت صاحبزادہ صاحب نے مجھ سے پوچھا تمہاری کتنی بہنیں ہیں خاکسار نے عرض کیا دو کہنے لگے اس وقت بھاگلپور میں پانچ احمدی لڑکیاں قابل رشتہ ہیں پانچ اور دو، کل سات لڑکیوں کو اپنی بہنیں سمجھو اور جیسے ایک بھائی کو اپنی بہنوں کے رشتہ کی فکر ہوتی ہے تمہیں بھی ویسے ہی فکر کرنی چاہیے اور بار بار اس نصیحت کو دہراتے گئے حضرت آپا جان نے بھی کچھ مشورے دیئے اور رہنمائی فرمائی، اس پاکیزہ نصیحت نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا، احمدی بچیوں کا تقدس میرے دل و دماغ میں راسخ کر دیا کہ ہر مبلغ جس جماعت میں رہے وہاں احمدی لڑکی کو اپنی بہن اور بیٹی سمجھ کر اس کے رشتہ کی فکر کرے چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تقریباً تمام لڑکیوں کے رشتے طے ہو گئے۔

بندروں کا کپڑے لے جانا

مسجد احمدیہ جموں مہمانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی مسجد میں پانی کی چھوٹی سی ٹینکی تھی دس پندرہ منٹ واٹر سپلائی کا پانی آتا تھا وہ ختم ہو جاتا تھا سرینگر سے بابو تاج دین صاحب بھی جموں آئے ہوئے تھے وہ بھی راستے بند ہونے کی وجہ سے واپس نہیں جا سکتے تھے مجھے کہنے لگا چلیں نیچے دریائے توی کے کنارے ایک پرانا قبرستان ہے وہاں ایک بڑی پانی کی ٹینکی ہے میں تو وہاں جاتا ہوں آج جمعہ ہے آئیں وہاں چلتے ہیں کپڑے بھی دھولیں گے اور نہا بھی لیں گے ماہ جنوری کے آخری دنوں کا یہ واقعہ ہے ہم وہاں چلے گئے اور کپڑے دھو کر جھاڑیوں پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور ہم جو کپڑے پہننے کے لیے ساتھ لے گئے تھے وہ بھی وہاں رکھ دیئے اور ہم دھوپ میں بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد جب ہم نہا کر کپڑوں کے پاس آئے تو ایک کپڑا بھی وہاں نہیں تھا، وہاں تقریباً بیس پچیس بندر تھے سب کپڑے اٹھا کر لے گئے اور درختوں پر جا کر بیٹھ گئے جب ہم ان کے پیچھے بھاگے تو وہ دریا کی طرف بھاگ جاتے ہمارے پاس پہننے کے لئے سوائے ایک ایک پاجامہ کے کچھ نہ تھا اس پر مستزاد یہ کہ وہ جنگلی علاقہ تھا اور اُس وقت قریب کوئی آبادی بھی نہیں تھی اس لئے وہاں کوئی آتا جاتا بھی نہ تھا جمعہ کا وقت گزر گیا، عصر کا وقت گزر گیا سورج غروب ہونے لگا، سردی سے ہم کانپنے لگے اس حالت میں وہاں سے نکل بھی نہ سکتے تھے، اس پریشان کن حالت میں مجھے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یاد آیا مولانا صاحب نے تحریر فرمایا کہ وہ قادیان میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان کے ایک کمرے میں قیام پذیر تھے کہ وہاں برآمدہ میں دو جنگلی کبوتروں کا گھونسلہ تھا جس میں انہوں نے انڈے دیئے تھے مکان کی صفائی کرنے والے نے صفائی کرتے وقت گھونسلہ توڑ دیا جب وہ کبوتر واپس آئے تو یہ منظر دیکھ کر پھڑ پھڑانے لگے ان کی دردناک آواز مجھے سخت پریشان کرنے لگی، میں دیر تک سوچتا رہا کہ ان بے زبان پرندوں کی دلجوئی کس طرح کروں لیکن کوئی صورتحال نظر نہ

آئی آخر مجھے یہ خیال آیا کہ درود شریف چونکہ قبول شدہ دعا ہے اس لیے اگر میں اسے اس نیت سے پڑھوں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ بجائے مجھے پہنچانے کے ان پرندوں کو تسلی کی صورت عطا فرمائے چنانچہ میں نے اس نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا تو ان پرندوں کی بیتابی دور ہو گئی اور وہ آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 35)

میں نے سوچا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے اور عالم حیوانات بھی آپ کی رحمت سے باہر نہیں ہے لہٰذا خاکسار نے بڑے الحاح سے درود شریف اس نیت سے پڑھنا شروع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی برکت سے اللہ تعالی بندروں کے دل میں ڈالے کہ وہ ہمارے کپڑے واپس کر دیں اللہ تعالی کا فضل ہوا تھوڑی دیر کے بعد چند بندر آئے اور ان کے ہاتھوں میں ہمارے کپڑے تھے وہ پھینک کر بھاگ گئے وہ کپڑے صرف اتنے تھے کہ ہم انہیں پہن کر مسجد پہنچ گئے الحمد للہ۔

گوروگوبند سنگھ صاحب کے جنم دن پر تقریر اور جموں ریڈیو اسٹیشن سے اس کا نشر ہونا

مورخہ 15 جنوری 1978ء کو جموں کے خالصہ ہائی اسکول کی وسیع گراؤنڈ میں گوروگوبند سنگھ صاحب کے 312 جنم دن کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ہزاروں کی تعداد میں حاضرین جمع تھے محترم بابو محمد یوسف صاحب صدر جماعت نے جب سکھ منتظمین کو یہ بتایا کہ قادیان سے ہمارے مبلغ آئے ہوئے ہیں اور پنجابی میں تقریر کریں گے تو سکھ صاحبان کی دعوت پر خاکسار جلسہ میں حاضر ہوا اور موقعہ کی مناسب حال سب سے پہلے سکھ بھائیوں کو جماعت احمدیہ کی طرف سے گوروجی کے یوم ولادت پر مبارک باد دی، بعد ازاں چند واقعات گوروجی کی سیرت کے بیان کیے اور سامعین کو بتایا کہ آج ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم آپس میں اس طرح مل جائیں جیسے حضرت بابا نانک شیخ فرید ثانی سے ملے تھے۔ خاکسار نے سامعین کو بتایا کہ بدھو شاہ نے گوروگوبند سنگھ صاحب کے لیے اپنے ساتھیوں کی قربانیاں دیں، پھر بھائی غنی خان اور بھائی نبی خان ماچھی واڑا کے جنگلوں میں گوروجی کو لے گئے اسی طرح خاکسار نے جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے داماد نواب محمد علی خان صاحب نواب مالیر کوٹلہ کے خاندان سے ہی نواب شیر خان تھے جنہوں نے صاحبزادگان کے شہید ہونے پر آہ کا نعرہ لگایا تھا۔ سامعین نے بڑی دلچسپی سے تقریر کو سنا اور اسی روز ریڈیو جموں کشمیر نے ساڑھے نو بجے اس تقریر کو نشر کیا اور پھر دوسرے دن، اور ایک ہفتہ کے بعد بھی نشر کیا بعد ازاں منتظمین نے مطالبہ کیا کہ ان کے اہم جلسوں میں خاکسار شرکت کیا کرے مورخہ 26 جنوری 1978ء کے بدر صفحہ 8 پر اس رپورٹ کا خلاصہ شائع ہوا تھا۔

ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت اور سرینگر مسجد پر حملہ

کشمیر میں رہنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں یہ خیال کرتی تھی کہ وہ ان کو ان کی امیدوں کے مطابق آزادی دلوائیں گے ان کی امیدوں پر پہلی بار اس وقت پانی پھر گیا جب جنرل ضیاء الحق نے انہیں اقتدار سے علیحدہ کر کے خود کرسی صدارت پر مسلط ہو گئے۔ بھٹو کو اپنا نجات دہندہ خیال کرنے والوں کا غصہ اس وقت بھڑک اٹھا جب بھٹو کو مورخہ 4 اپریل 1979ء کو پھانسی دے دی گئی اس خبر کے نشر ہوتے ہی کشمیر کے بہت سے مقامات پر فسادات کی آگ بھڑک اٹھی اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ ضیاء الحق قادیانی یعنی احمدی ہے اس لیے اس نے بھٹو سے بدلہ لینے کے لیے اُسے پھانسی پر لٹکایا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط بات تھی ضیاء الحق کا کوئی تعلق جماعت احمدیہ سے نہیں تھا اور چند سال بعد 1984ء میں دنیا نے دیکھ بھی لیا کہ ضیاء الحق نے ایک صدارتی حکمنامہ کے ذریعہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا، اور اُن کو اذان دینے السلام علیکم کہنے اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے جبراً روک دیا اور انہیں پابندیوں کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالی ہجرت فرما کر لندن چلے گئے جس دن بھٹو کو پھانسی دی گئی تقریباً 3 بجے دوپہر کم وبیش پانچ ہزار افراد بٹ مالو چوک میں جمع ہوئے اور ضیاء الحق کے قادیانی ہونے کے بارے میں اشتعال پیدا کرنے والی تقریریں کیں بعد ازاں یہ ہجوم مسجد احمدیہ سرینگر کو نذر آتش کرنے کے لیے چل پڑا ایک غیر احمدی

جس کی چائے کی دکان تھی وہ بھی ان میں شامل تھا اس نے بعد میں مجھے بتایا راستے میں پٹرول پمپ تھا وہاں سے کینوں میں پٹرول بھرا، تا کہ مسجد میں اسے ڈال کر آگ لگائی جائے بہت بعد میں ایک دفعہ اس علاقے کے ایس ایس پی صاحب نے بتایا کہ ہم حیران تھے کہ اتنی جلدی حملہ آور نے مسجد کو جلانے کے لئے اتنا سامان کیسے اکٹھا کر لیا ہمارے عقیدہ کے مطابق سرینگر احمدیہ مسجد دوسری مساجد کی طرح اللہ کا گھر تھا اور رہے اور ہمیشہ رہے گا خاکسار ناچیز گناہگار کو یہ یقین تھا کہ وللبیت رب یمنعہ (اس گھر کا ایک رب ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا) مالک کائنات نے بڑے عجیب طریقہ سے اس کی حفاظت کا انتظام فرمایا اچانک تیز بارش اور ہوا شروع ہوگئی اتنی تیز کہ ہجوم کے لیے سڑک پر رکنا ممکن نہ تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہجوم میں شامل لوگ بھاگ گئے اور سڑک خالی ہوگئی اور اس دن مسجد جلنے سے محفوظ رہی۔

مسجد سرینگر کے ساتھ ہی آئی جی پولیس کا دفتر تھا وہ خود تو جموں میں تھے کیونکہ موسم سرما میں دربار حکومتی دفاتر 6 ماہ کے لیے جموں منتقل ہوجاتے تھے البتہ ڈی آئی جی صاحب موجود تھے خاکسار ان کے پاس گیا اور ان کو ساری صورتحال بتا کر حفاظتی انتظامات کرنے کے لیے کہا انہوں نے بتایا کہ سی آئی ڈی رپورٹ کے مطابق کل یعنی مورخہ 5 اپریل 1979ء کو ہجوم کے سرغنہ تین مقامات کو جلانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

1) مسجد احمدیہ سرینگر کیونکہ عوام میں یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ ضیاء الحق قادیانی ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

2) عیسائیوں کے بعض چرچ کیونکہ ان کو علم ہوا ہے کہ جس جلاد نے بھٹو کو پھانسی پر لٹکایا ہے وہ عیسائی ہے۔

3) یو این او کا دفتر کیونکہ ان کے نزدیک یو این او نے بھٹو کو رہائی دلانے کی کوشش نہیں کی ڈی آئی جی صاحب نے بتایا کہ اس وقت سرینگر میں جموں کشمیر پولیس کے صرف پچاس سپاہی ہیں باقی سارا عملہ جموں منتقل ہوگیا ہے میں ان پچاس سپاہیوں کے ساتھ حفاظتی انتظامات نہیں کر سکتا میں نے جموں میں آئی جی صاحب کو آگاہ کر دیا ہے ان کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں ابھی میں وہاں ہی تھا کہ انہیں شیخ محمد عبد اللہ وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر کا پیغام آیا کہ ان تین مقامات اور حکومتی دفاتر وغیرہ کو سی آر پی کے حوالے کر دیا گیا ہے اور وہ چند منٹوں میں آپ سے رابطہ کریں گے رات سی آر پی کے افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ مسجد آ گئے یہ افسر سکھ تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا حملہ کرنے والے کتنے تھے اور کدھر سے آئے تھے مسجد تک آنے کے کون کون سے راستے ہیں موقع پر جا کر انہوں نے جائزہ لیا اور مسجد کو ان تمام راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے راستے بند کر دیئے۔

مورخہ 5 اپریل 1979ء کو ہجوم جمع ہونا شروع ہوا ر کاوٹوں تک پہنچا مگر سپاہیوں نے منع کیا جب ہجوم بے قابو ہونے لگا تو لاٹھی چارج اور آنسو گیس استعمال کر کے ہجوم کو بھگایا ایک دفعہ تو ہوائی فائر بھی کئے گئے۔ میں یہی دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مسجد کو محفوظ رکھے اور ہجوم میں سے کوئی زخمی یا ہلاک نہ ہو شام پانچ بجے تک یہ کارروائی جاری رہی بعد ازاں ہجوم منتشر ہو گیا الحمد للہ۔

مسجد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تقریباً دو ہفتے سی آر پی مسجد کی نگرانی کرتی رہی حالات معمول پر آنے کے بعد چلی گئی۔

اسرائیل (فلسطین) کے لئے روانگی

خاکسار ممبئی میں بطور مبلغ خدمت بجا لا رہا تھا کہ مجھے ایڈیشنل وکیل التبشیر صاحب لندن کی چٹھی بتوسط محترم مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان موصول ہوئی۔ جس میں تحریر تھا کہ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ”حیفا“ اسرائیل میں مبلغ مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا آپ روانگی کی تیاری شروع کر دیں۔ یہ چٹھی میرے لئے حیرت انگیز اور فکر انگیز تھی۔ یہ ایک ایسی خبر تھی جس کے بارے میں خاکسار نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا بہر حال دعاؤں کے ساتھ سفر کی تیاری شروع کر دی۔ ویزا اور ٹکٹ کے مراحل مکمل ہونے کے بعد مورخہ 25 اپریل 1985ء کو رات 10 بجے ممبئی سے بذریعہ سوزائر زیورچ سوئزرلینڈ کے لیے روانہ ہوا۔ میرے ساتھ میری اہلیہ سلیمہ بانو صاحبہ بڑا بیٹا مبشر کوثر عطاء المجید تھا جس کی عمر اس وقت چار سال تھی۔ 1985ء میں انڈیا کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات نہ تھے، اور نہ اسرائیل جانے والے ہوائی جہازوں کو عرب ممالک اپنے فضائی راستوں سے جانے کی اجازت

دیتے تھے۔ اس لیے ممبئی سے زیورچ جانا پڑا۔ تقریباً آٹھ گھنٹے ہوائی جہاز میں گزارے۔ وہاں سے تلابیب ایک اور فلائٹ کے ذریعہ پہنچے وہاں تک تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کا سفر تھا۔ بنگورین ایئرپورٹ تلابیب پر مکرم محمود احمد عودہ صاحب مکرم فلاح الدین محمد صاحب، ہاشم طیب صاحب، زیدان صاحب، عبداللطیف اسماعیل صاحب، مکرم محمد شریف عودہ صاحب، مکرمہ امینہ عساف صاحبہ موجود تھے۔ تلابیب سے حیفا کا سفر کثرت ازدحام کی وجہ سے دو گھنٹے میں طے ہوا۔ کبابیر دارالتبلیغ اور مسجد کے صحن میں جماعت کے احباب خواتین اور بچوں نے ہمارا استقبال کیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

فلسطین میں جماعت احمدیہ کا قیام

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر مولانا جلال الدین صاحب شمس مورخہ 17 مارچ 1928ء کو فلسطین کے مشہور شہر (بندرگاہ) حیفا پہنچے۔ ابتدا میں مخالفت کے باوجود بعض احباب جماعت میں شامل ہو گئے۔

(نوٹ) آج کل کے بعض جاھل مخالفین احمدیت اعتراض کرتے ہیں کہ اسرائیل میں جماعت احمدیہ کا دارالتبلیغ ہے۔ حالانکہ ان کو علم ہونا چاہیے کہ اسرائیل کے قیام سے 20 سال قبل 1928ء میں وہاں جماعت قائم ہو چکی تھی۔

مسجد کی تعمیر

کبابیر میں احمدیت کا پیغام پہنچنے سے کچھ عرصہ قبل کبابیر کے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت المہدی (علیہ السلام) کبابیر تشریف لائے ہیں اور انہوں نے اس جگہ پر جہاں بعد میں مسجد تعمیر ہوئی سفید خیمہ نصب کیا ہے۔ یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ جب کبابیر کی اکثریت جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئی تو مورخہ 3 اپریل 1931ء کو مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کا نام ''جامع سیدنا محمود'' رکھا گیا۔

جامع سیدنا محمود کی تکمیل

کبابیر میں مسجد کی قدیمی عمارت جو کہ ناقابل استعمال ہو چکی تھی مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب مبلغ سلسلہ نے منہدم کروا کر نئی عمارت کی مورخہ 18 جون 1979 کو بنیاد رکھی تھی۔ ابھی مسجد کی دیواروں تک ہی تعمیر ہوئی تھی کہ موصوف کا تبادلہ کبابیر سے ربوہ ہو گیا اور مولانا صاحب مورخہ 18 دسمبر 1981ء کو روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد تعمیری کام رکا رہا اور احباب جماعت دارالتبلیغ کبابیر کے اوپر والے ہال میں نماز ادا کرتے رہے بعد ازاں اتنی پیش رفت ہو گئی کہ مسجد کی عمارت کے نماز والے ہال کو کسی طرح نمازیں ادا کرنے کے قابل بنا لیا گیا۔ اس کے بعد حالات ایسے ہو گئے کہ تعمیری کام بالکل رک گئے۔ مورخہ 12 جنوری 1986ء کو خاکسار نے تمام افراد جماعت کبابیر مرد و زن کو بعد نماز مغرب مسجد کے نامکمل ہال میں جمع کیا اور ان کو کہا آج اس شخصیت کی پیدائش کا دن ہے جس کے نام پر یہ مسجد ہے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر 23 مارچ میں 1989ء کو صد سالہ جوبلی منائے گی۔ انشاءاللہ جوبلی کو مطمح نظر اور ھدف بنا کر جماعت احمدیہ نے کچھ اہم کام کرنے ہیں۔ ان میں اولیت مسجد کی تکمیل ہے اور اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ تمام افراد جماعت نے مسجد مکمل کرنے کا عہد کیا اور دل کھول کر چندہ دیا اور جوبلی سال 1989ء کو مسجد کی عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ الحمدللہ۔

مسجد کبابیر کے بارے میں ایک ایمان افروز واقعہ

اگر آپ مسجد کبابیر کی موجودہ تصویر کو دیکھیں گے تو مسجد کے دو بلند منارے نظر آئیں گے۔ ان میناروں کی تعمیر بھی ایک خدائی نشان ہے۔ اس مسجد کے نقشہ نویس انجینئر ایک غیر از جماعت دوست محمود طبعونی صاحب تھے۔ جن کا تیار کردہ نقشہ مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب کے زمانہ میں میونسپل کمیٹی حیفا میں داخل کروا کر منظوری لی گئی تھی۔ جب مسجد کی دوبارہ 1986ء میں تعمیر شروع ہوئی تو ایک مینار تعمیر ہونے لگا۔ نقشہ میں ایک ہی منارہ تھا جس کی اونچائی پندرہ میٹر مقرر تھی۔ ایک دن محمود طبعونی صاحب مجھے کہنے لگے مولانا اگر دو مینارے تعمیر کر لیے جائیں تو کیا کوئی حرج ہے؟ خاکسار نے ان کے اس استفسار سے یہ سمجھا کہ یہ اخراجات کی وجہ سے پوچھ رہے ہیں۔ خاکسار نے مجلس عاملہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی یہ کہا دو منارے تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس وقت کسی کے ذہن میں یہ نہیں آیا کہ منظور شدہ نقشہ بھی دیکھ لیا جائے۔ بہرحال دوسرے منارے کی تعمیر بھی شروع ہو گئی۔ جب 15 میٹر تک پہنچ گئی

تو محمود طبعونی صاحب نے پوچھا کہ کیا خیال ہے دونوں کو بیس بیس (20-20) میٹر اونچا تعمیر کر لیا جائے۔ مسجد کے حجم کے مطابق ہو جائیں گی۔ مجلس عاملہ کے مشورہ سے انہیں بیس میٹر اونچا تعمیر کر دیا گیا۔ ہوتے ہوتے تیس 30 تیس 30 میٹر اونچائی تک دونوں مینارے تعمیر ہو گئے۔ القدس (یروشلم) سے جو بھی حیفا آتا یا عکہ (شہر) سے حیفا آتا اسے دور سے یہ مینار نظر آتے۔ نومبر 1989 میں خاکسار اور عزیزم محمد شریف عودہ صاحب السید حلمی شافعی صاحب کی حاصل کردہ منظوری کے مطابق جوبلی جلسے میں شرکت کے لیے مصر چلے گئے۔ ایک دن ہم تاریخی مقامات دیکھ کر واپس آئے تو السید حلمی الشافعی صاحب نے کہا کہ آپ کبابیر ٹیلی فون کر لیں وہاں کوئی مشکل پیش آ گئی ہے۔ کہنے لگے میں نے بھی ٹیلی ویژن کی خبروں میں سنا ہے کہ بعض یہود نے کبابیر مسجد کے منارے گرا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ مسجد کی تصاویر بھی ٹی وی پر دکھائی گئی ہیں۔ اس زمانے میں موبائل وغیرہ کا رواج نہ تھا۔ ہم نے ٹرنک کال بک کروائی مگر فلاح الدین صاحب محمد قائمقام امیر صاحب نے کہا کہ آپ فوراً واپس کبابیر آ جائیں۔ چنانچہ اگلے دن خاکسار قاہرہ سے کبابیر پہنچ گیا۔ کبابیر پہنچ کر علم ہوا کہ بمقام (رمدگان) کے یہودی صدر میونسپل کمیٹی نے کمشنر حیفا کو شکایت کی ہے کہ مسجد کبابیر منظور شدہ نقشے اور قانون کے مطابق تعمیر نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس کے انہدام کے لئے کاروائی کی جائے۔ یہ خبر ذرائع ابلاغ میں بھی نشر ہو گئی۔ کمشنر حیفا نے صدر میونسپل کمیٹی سے مسجد کے منظور شدہ نقشے کی مسل طلب کی۔ مسل بھجوا دی گئی مگر بہت دن گزرنے کے بعد بھی جواب نہ آیا۔ مسٹر گورائل جو میونسپل کمیٹی حیفا کے صدر تھے نے بتایا کہ مسل بھجوانے کے کوئی ایک ماہ کے بعد ہم نے دوبارہ مطالبہ کیا تو وہاں سے ایک ذمہ دار شخص آیا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کبابیر کی مسل کمشنر آفس نے آپ کو بھجوا دی ہے۔ ہم نے انکار کیا اور اس کے سامنے میونسپل کمیٹی آفس نے سارا ریکارڈ چیک کیا اور مسل کی رسید گی کا کوئی ثبوت نہ ملا۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد وہی ذمہ دار شخص میرے یعنی (مسٹر گورائل) کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ بات درست ہے کہ مسل ہمارے آفس میں آئی ہے اور اس کی آمد کا اندراج ہوا ہے لیکن اب ہم نے سارا آفس چھان لیا ہے مسل نہیں ملی۔ کمشنر آفس کے انتظامات اتنے سخت ہیں کہ کسی مسل کے گم ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر مسل کی گمشدگی کا علم افسران بالا کو ہوا تو سرزنش اور سبکی ہوگی۔ اب بدنامی سے بچنے کا ایک ہی طریق ہے کہ میونسپل کمیٹی حیفا کا کوئی انجینئر دوبارہ نقشہ بنا دے۔ اس زمانے میں کمپیوٹر میں نقشہ محفوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ مسٹر گورائل نے موسیٰ سرور صاحب (سابق جنرل سکریٹری جماعت) کو بلوایا اور بصیغہ راز ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میونسپل کمیٹی کا انجینئر اس وقت یہاں نہیں اور یہ کام جلدی کا ہے ایسا کریں کہ آپ اپنے انجینئر سے دوبارہ نقشہ بنوا کر لے آئیں۔ تاریخ وہی لکھیں جو اصل (پرانے) نقشہ میں تھی۔ اسی وقت محمود طبعونی (انجینئر) سے رابطہ کیا گیا انہوں نے تعمیر شدہ مسجد کی پیمائش کی اور اس کے مطابق نقشے تیار کر کے میونسپل کمیٹی کے حوالے کیا شکایت کنندہ نے مسجد کی غیر قانونی تعمیر اور اس کے انہدام کی بابت عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا جماعت کی طرف سے موسیٰ سرور صاحب (سابقہ جنرل سیکریٹری) عدالت میں پیش ہوتے رہے۔ جج نے کمیٹی حیفا سے مسجد کے نقشے اور متعلقہ کاغذات کی مسل طلب کی، وہ پیش کی گئی۔ اگلی تاریخ پر جج نے کہا کہ تحقیق کے مطابق مسجد کی ساری عمارت منظور شدہ نقشہ کے مطابق تعمیر ہوئی ہے۔ لہٰذا شکایت کنندہ کی درخواست رد کی جاتی ہے۔ پھر جج نے کہا کہ میں پچھلے دو سال ہفتے میں دوبار یروشلم (القدس) سے آتا جاتا ہوں میں دیکھتا تھا کہ دو سال مینار تعمیر ہوتے رہے ساری دنیا کے سامنے مینار تعمیر ہو رہے تھے اگر یہ غیر قانونی تعمیر تھی تو میونسپل کمیٹی نے امتناعی حکم جاری کیوں نہیں کیا؟

اب جبکہ مینارے ایک حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آ گئے ان کے انہدام کے بارے میں شکایت رد کی جاتی ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر دو مینارے تعمیر کروائے اور ہماری غلطی کی ستاری فرمائی۔ الحمدللہ علی ذلک۔

خاکسار نے ساری صورتحال حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں تحریر کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی اور پھر ہر دوسرے دن درخواست بھجواتا۔ اس زمانہ میں ابھی فیکس کبابیر میں نہیں

تھا۔محترم مبارک احمد صاحب ساقی مرحوم ایڈیشنل وکیل التبشیر تھے۔ ان کے ذریعہ بذریعہ ٹیلیفون حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیغام موصول ہوا:

''اللہ تعالیٰ فضل فرمائے دعا کر رہا ہوں آپ بھی دعا کرتے رہیں''

میرے لئے پہلے دو ہفتے کیسے گزرے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے نہ کھانا اچھا لگتا اور نیند آتی تھی جو فکر مجھے بے چین کرتی تھی وہ یہ کہ مخالفین کے لئے یہ ایک مذاق بن جائے گا۔ دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ شماتۃ الاعداء سے بچائے۔

دوسرا یہ خیال آتا تھا کہ غریب افراد جماعت نے چندہ دیا ہے کہ دو مینارے تعمیر ہوں گے وہ سب ضائع چلا جائے گا اور ان کی تمنائیں پوری نہ ہونگی۔ رات کو گھر میں بچے سو جاتے تو میں مسجد کبابیر میں چلا جاتا اور دعاؤں میں مصروف رہتا۔ ایک رات بہت الحاح سے دعائیں کرتے اپنے قادر قدیر اور مقتدر اللہ کو کہا اب میں آپ کی پاک کتاب قرآن مجید کھولونگا اور جس آیت پر پہلی نظر پڑے گی اسی کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سمیع الدعاء کا پیغام سمجھونگا۔قرآن مجید کھولا تو درج ذیل آیت سامنے تھی:

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (النمل آیت 63)

ترجمہ: (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اس آیت کو دیکھنے کے بعد دل مطمئن ہو گیا۔اسی دن فجر کی نماز کے بعد خاکسار نے مکرم موسیٰ سرور صاحب (ابو بشر) اور مکرم ھاشم طیب ابوعزات صاحب کو یہ دونوں واقعات سنائے اور درخواست کی موخر الذکر واقعہ کسی کو نہ بتائیں۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدہ پیغام خاکسار نے خطبہ جمعہ میں بھی سنا دیا تھا۔طوالت کے خوف سے انہیں واقعات پر مضمون کا اختتام کیا جاتا ہے۔اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

❁❁❁

Love For All
Hatred For None
Mob. : 9387473243
9387473240
0495 2483119
SUBAIDA
Traders
Madura bazar, Cheruvannoor, Calicut

Dealers in Teak, Rubwood & Rose Wood Furniture
Our sister concerns : Subaida timbers, feroke - 2483119
Subaida traders, Madura Bazar, Cheruvannoor
National furniture, Thana, Kannur, 0497-2767143

Prop : Mohammed Yahiya Ateeq
Cell : 9886671843
ಐ ಮೊಬೈಲ್ಸ್
I MOBILES
Authorised Service centre of
LAVA itel INTEX XOLO the next level Infinix The future is Now! TECNO Mobile spice
1st Floor Kallur Complex, Gandhi Chowk Yadgir - 585201.

Abdul Hai
9916334734
AL-MASROOR
Electrical Work and Publicity

All Types of Function
Lighting Work
Mic Speaker System
&
Electrical Work

Hyderabad Road, Hossali Cross
Opp Parivar Gas Agency, Yadgir-585202

حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں اشاعت اسلام کی تڑپ

سید دانش آفتاب ناظم مال مجلس خدام الاحمدیہ قادیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تکمیل ہدایت ہوگئی تھی لیکن اُس زمانہ میں وہ وسائل موجود نہیں تھے جن سے اشاعت ہدایت کی تکمیل ہو سکے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کے وقت اس فرض کی ادائیگی آپؐ کے غلامِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہوئی۔

جس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے اس وقت ہر جہت سے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر دل خراش حملے ہو رہے تھے لیکن آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ جس تڑپ، جوش اور جاں فشانی کے ساتھ تکمیل اشاعت ہدایت کا فرض ادا کیا۔ اس تڑپ اور جوش کا اظہار آپؑ نے نثر اور نظم دونوں میں بارہا فرمایا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ آپؑ نے اپنی ساری زندگی دین مصطفیٰ ﷺ کی اشاعت کے لئے قربان کر دی تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں:

جانم فدا شود برہ دین مصطفیٰ
ایں است کام دل اگر آید میسّرم

میری جان محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین پر فدا ہو۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے کاش یہ مقصد مجھے مل جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ دعا کے ہتھیار کو اس میدان میں آپ نے خوب آزمایا اور دوسروں کو بھی اسکی تحریک کرتے رہے۔ آپ نے حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کو جب وہ سفر حج پر روانہ ہوئے شوکت اسلام اور اسکی سربلندی کے لئے ایک پرسوز دعا لکھ کر دی اور اس دعا کو میدان عرفات اور خانہ کعبہ میں کرنے کی ہدایت فرمائی۔ وہ دعا اس طرح تھی کہ

''اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجّت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر۔''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 265)

وہ لگادے آگ میرے دل میں مِلّت کے لئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بے شمار

آپؑ کے دل میں اشاعت اسلام کے لیے ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر موجزن تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''مَیں اُس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ مَیں اِس دنیا کے لوگوں سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ مَیں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اُس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں اُسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ رُوح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں اور اسلامی مہمّات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔ اس کام پر

اُس نے آپ مجھے مامور کیا ہے اب کسی کے کہنے سے میں رُک نہیں سکتا... اور چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور در حقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ ‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 35 تا 36)

ایک اور موقعہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اُس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھادے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔ ‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 219۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیّبہ کا ہر لحہ اشاعت ہدایت کے لئے وقف تھا۔ چنانچہ حضرت مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’ ’میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا’’ میاں فتح دین! کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔ ‘‘

(سیرت المہدی، حصہ سوم صفحہ 29)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بزرگ صحابی حضرت پیر سراج الحق نعمانی رضی اللہ عنہ کو بھی حضور کے قرب میں رہنے کا خوب موقع ملا۔ اشاعت ہدایت کے حوالے سے آپؑ کے جذبے اور تڑپ کی گواہی حضرت پیر صاحبؓ نے ان الفاظ میں دی کہ

’’آپؑ اکثر سوتے کم تھے اور بہت کم لیٹتے تھے اور رات اور دن کا زیادہ حصہ مخالفوں کے رد اور اسلام کی خوبیاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت رسالت و نبوت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل اور توحید باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں لکھنے میں گزرتا تھا اور اِس سے جو وقت بچتا تو دعاؤں میں خرچ ہوتا۔ دعاؤں کی حالت میں نے آپ کی دیکھی ہے کہ ایسے اضطراب اور ایسی بے قراری سے دعا کرتے تھے کہ آپ کی حالت متغیر ہو جاتی۔ اور بعض وقت اسہال ہو جاتے اور دوران سر ہو جاتا۔ ‘‘

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 11)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اشاعت اسلام کے لئے جذبہ اس قدر تھا کہ غیروں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا:

’’دین اسلام کی حمایت کے لئے آپ نے ایسی کمرہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوتِ اسلام بھیجی ہے اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔ آپ کی تمام تر سعی جد و جہد یہ ہے کہ تثلیث وصلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر والحاد ہے صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔ ‘‘

(تاریخ احمدی جلد اوّل صفحہ 476)

اشاعت اسلام کے لئے یہ آپؑ کی تڑپ ہی تھی کہ ہر آن آپؑ نئے ذرائع کی تلاش میں رہتے تھے۔ چنانچہ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ نشر و اشاعت کے کام میں مدد دینے والی اکثر و بیشتر اہم ایجادوں کا زمانہ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے دورِ حیات (1835ء-1908ء) کے گرد چکر لگاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ایجاد ایسی ہے جس کا وجود حضرت مسیح موعودؑ کے بین الاقوامی مشن کو فروغ دینے کے لیے ازبس ضروری تھا۔ ان ایجادات میں سے ایک فونوگراف بھی ہے۔... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکتوبر 1901ء میں اطلاع ہوئی کہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے فونوگراف خریدا ہے تو حضورؑ جو دنیا میں اپنی آواز پہنچانے کی صبح و شام نئی نئی راہیں سوچتے تھے بہت خوش ہوئے اور فرمایا

"جب وفد نصیبین جائے تو ہم اپنی ایک تقریر جو عربی زبان میں ہو اور قریباً چار گھنٹہ کے برابر ہو اس میں بند کر دیں جس میں ہمارے دعاوی اور دلائل بیان کئے جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جہاں جہاں یہ لوگ جائیں گے وہاں اس تقریر کو اس کے ذریعہ سنائیں۔ اس سے عام تبلیغ ہو جائے گی اور گویا ہم ہی بولیں گے اور یوں مسیحؑ کے سیاح ہونے کے معنی پورے ہو جائیں گے۔ آج تک اس فونوگراف سے صرف کھیل کی طرح کام لیا گیا ہے مگر حقیقت میں خدا نے ہمارے لئے یہ ایجاد رکھی ہوئی تھی اور بہت بڑا کام اس سے نکلے گا۔"

قادیان میں فونوگراف کا چرچا ہوا تو دوسرے لوگوں میں بھی اس کے دیکھنے کی بڑی خواہش پیدا ہوئی۔ قادیان کے آریہ سماجی لالہ شرمپت رائے کو تو اس قدر اشتیاق ہوا کہ انہوں نے براہ راست حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بھی درخواست کر دی۔ یہ 20/نومبر 1901ء کا واقعہ ہے۔ حضورؑ نے نماز ظہر کے وقت حضرت نواب صاحب سے اس کا تذکرہ فرمایا تو نواب صاحب نے اس کی بخوشی اجازت دے دی۔ ان لوگوں کا فونوگراف دیکھنا تو محض تماشائی کے رنگ میں تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسے تبلیغ کا ایک بھاری ذریعہ بنالیا اور وہ یوں کہ حضورؑ نے چند منٹوں میں خاص اس تقریب کے لیے ایک لطیف اور تبلیغی نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ تھے ؎

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

افسوس وفد نصیبین کے التواء کی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تقریر کے ریکارڈ کی تجویز رہ گئی اور جماعت کو قیامت تک کے لیے حضور کی آواز سے محروم ہونا پڑا۔ (تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 192-194)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس عالمگیر اشاعت اسلام کے مقصد کو لے کر مبعوث ہوئے اس کی تکمیل آپ نے تمام میسر ذرائع سے دن رات کو ایک کر کے کر دی تھی۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات، ملفوظات، اشتہارات اور آپ کی حیات طیّبہ کے واقعات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تکمیل اشاعت ہدایت کے لیے آپؑ نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرضِ منصبی جو آخری زمانہ میں مقدر تھا پورا کر دکھایا۔ کیا ہم یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ جس پیغام کی اشاعت کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی قربان کر دی تھی اس پیغام کی اشاعت کے لیے آرام سے بیٹھے رہیں؟ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"تکمیل اشاعت ہدایت کا کام اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ ہدایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُل انسانیت کے لئے لائے تھے اور جس کے پھیلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین تھے اس کی تکمیل کا یہ زمانہ ہے جب سب ذرائع میسر ہیں جس طرح یہ کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا گیا تھا اسی طرح اب یہ کام آپؑ کے ماننے والوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ ان کے سپرد ہے جو یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 11/نومبر 2016ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 2/دسمبر 2016ء صفحہ 6)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تبلیغ اسلام کے لئے جو جوش اور درد تھا جس کا اثر وہ اپنے جماعت کے افراد پر بھی دیکھنا چاہتے تھے اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تبلیغ سلسلہ کے لئے عجیب عجیب خیال آتے تھے اور وہ رات دن اسی فکر میں رہتے تھے کہ یہ پیغام دنیا کے ہر کونے میں پہنچ جائے۔ ایک مرتبہ آپ نے تجویز کی کہ ہماری جماعت کا لباس ہی الگ ہو تا کہ ہر شخص بجائے خود ایک

تبلیغ ہو سکے۔... اس پر مختلف تجویزیں ہوئیں۔" (ماخوذ از الفضل جلد 10 نمبر 1 صفحہ 16) یعنی یہ پہچان ہو جائے کہ یہ احمدی ہے۔ اب صرف ایک علیحدہ پہچان تو کوئی چیز نہیں ہے۔ یقیناً آپ کی یہی خواہش ہو گی کہ اس طرح جہاں ایک لباس دیکھ کر اور پھر عملی اور اعتقادی حالت دیکھ کر غیروں کی توجہ ہو گی وہاں خود بھی احساس رہے گا کہ میں ایک احمدی کی حیثیت سے پہچانا جاؤں گا۔ اس لئے میں نے اپنی عملی اور اعتقادی حالت کو درست بھی رکھنا ہے۔ اس انوکھی جادوگری کا اقرار اگر اغیار کی طرف سے ہو تو زیادہ جاذبِ توجہ ہوتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا اخبار وکیل امرتسر میں پیش کیا ہوا خراجِ تحسین ملاحظہ ہو۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی، جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہا، جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا... دنیا سے اُٹھ گیا... ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ وہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیات کہ وہ اسلامک مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و منزلت آج جب کہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے"

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ بدر 18/جون 1908ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین متین اسلام کی شوکت اور سربلندی میں صرف ہوا۔ آپ دین کی سرفرازی کا اتنا خیال تھا کہ قضائے حاجت کے لئے جو وقت صرف ہوتا تھا اس کو بھی دین کی خدمت میں صرف کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ آپؑ نے ہر محاذ پر اسلام کا دفاع کیا اور اپنا قلبی جوش وجذبہ اپنے متبعین میں بھی پیدا کیا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ مسلمہ خلافت احمدیہ کی آسمانی قیادت کے زیر سایہ تبلیغ اسلام کی اس عظیم الشان مہم میں دن رات کوشاں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال اسلام کا حقیقی پیغام اور اس کی حقیقی تعلیم سے لاکھوں لوگ آشنا ہو رہے ہیں اور آغوش احمدیت میں ہزاروں سعید روحیں آرہی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب اسی گلشن میں لوگو راحت وآرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار

O.A. Nizamutheen Cell : 9994757172
V.A. Zafarullah Sait Cell : 9943030230

O.A.N. Doors & Steels

All types of Wooden Panel Doors, Skin Doors, Veeneer Doors, PVC Doors, PVC Cup boards, Loft & Kitchen Cabinet, TMT Rods, Cements, Cover Blocks and Construction Chemicals.

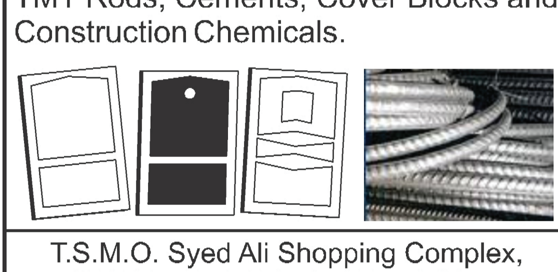

T.S.M.O. Syed Ali Shopping Complex, #51/4-B, 5, 6, 7 Ambai Road (Near Sbaeena Hospital) Kulavanikarpuram, Tirunelveli-627 005 (Tamil Nadu)

Love For All Hatred For None

Nasir Shah (Prop.)
Gangtok, Sikkim

Watch Sales & Service
All kind of Electronics
Export & Import Goods &
V.C.D. and C.D. Players
are available here

Near Ahmadiyya Muslim Mission
Gangtok, Sikkim
Ph.: 03592-226107, 281920

NAVNEET JEWELLERS

Ph.: 01872-220489 (S)
220233, 220847 (R)

CUSTOMER'S SATISFACTION IS OUR MOTTO

FOR EVERY KIND OF
GOLD & SILVER ORNAMENTS

(All kinds of rings & "Alaisallah" rings also sold here)

Navneet Seth, Rajiv Seth
Main Bazzar Qadian

Prop. Mahmood Hussain
Cell : 9900130241

MAHMOOD HUSSAIN
Electrical Works

Generator & Motor Rewinding Works
Generator Sales & Service
All Generators & Demolishing Hammer Available On Hire

Near Huttikuni Cross, Market Road, YADGIR

Prop.
Mr. Mazhar ul Haq & Bro's
08182-640054
9448786601
9632888611

J. S. TRANSPORTS
Handling & Transport Contractor

2nd Cross, Sheshadri Puram,SHIMOGA.
E-mail: jstransports@gmail.com

NUSRAT
MOTORS RE-WINDING
Cell :9902222345
9448333381

Spl. in :
All Types of Electrical Motor Re-Winding,
Pump Set, Starters & Panel Repairing Centre.

HATTIKUNI ROAD, YADGIR - 585201

اردو گوشۂ ادب

یہ نفس کے اگر مکر، فریب چال مسترد

دعا میں التجا نہیں تو عرض حال مسترد
سرشت میں وفا نہیں، تو سو جمال مسترد
ادب نہیں، تو سنگ و خشت ہیں تمام ڈگریاں
جو حُسن خلق ہی نہیں، تو سب کمال مسترد
عبث ہیں وہ ریاضتیں جو یار نہ منا سکیں
وہ ڈھول تھاپ بانسری، وہ ہر دھمال مسترد
کتاب عشق میں یہی لکھا ہوا تھا جا بجا
بجز خیال یار کے، ہر اک خیال مسترد
کہو سنو ملو مگر بڑی ہی احتیا ط سے
مٹھاس بھی تو زہر ہے، جو اعتدال مسترد
وہ شخص آفتاب ہے، میں اک چراغ کج ادا
سو اس حسین کی بزم میں، میری مجال مسترد
تو کیا کوئی گلاب ہے، حسین میرے یار سا؟
وہ لا جواب شخص ہے، سو یہ سوال مسترد
میں معترف تو ہوں تیرا، مگر اے چاند معذرت
کہ ذکر حُسن یار میں، تیری مثال مسترد
حساب عمر دیکھ لو، کہ پھر پل صراط پر
یہ نفس کے اگر مکر، فریب چال مسترد
دعا میں التجا نہیں، تو عرض حال مسترد
سرشت میں وفا نہیں، تو سو جمال مسترد
(مبارک احمد صدیقی)

بنیادی مسائل کے جوابات

(قسط نمبر 42)

(مرتبہ: ظہیر احمد خان انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے بنیادی مسائل پر مبنی سوالات کے بصیرت افروز جوابات)

سوال: یمن سے ایک دوست نے بیوی کو دی جانے والی تین طلاقوں کی بابت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں راہنمائی کی درخواست کی۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 23/ اگست 2021ء میں اس مسئلہ پر درج ذیل راہنمائی فرمائی۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: اصل میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو بیوی کی کسی ناقابل برداشت اور فضول حرکت پر ناراض ہو کر یہ قدم اٹھاتا ہے۔ بیوی سے خوش ہو کر تو کوئی انسان اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیتا۔ اس لیے ایسے غصہ کی حالت میں دی جانے والی طلاق بھی مؤثر ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان ایسے طیش میں تھا کہ اس پر جنون کی سی کیفیت طاری تھی اور اس نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر جلد بازی میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر اس جنون کی کیفیت کے ختم ہونے پر نادم ہوا اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اسی قسم کی کیفیت کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغۡوِ فِیۡۤ اَیۡمَانِکُمۡ وَلٰکِنۡ یُّؤَاخِذُکُمۡ بِمَا کَسَبَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ۔ (البقرہ:226) یعنی اللہ تمہاری قسموں میں (سے) لغو (قسموں) پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ ہاں جو (گناہ) تمہارے دلوں نے (بالارادہ) کمایا اس پر تم سے مؤاخذہ کرے گا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بُردبار ہے۔

آپ کی بیان کردہ صورت سے تو بظاہر یہی لگتا ہے کہ آپ مختلف وقتوں میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکے ہیں اور قرآن کریم نے ایک مسلمان کو جو تین طلاق کے استعمال کا حق دیا ہے، آپ اسے استعمال کر چکے ہیں اور اب آپ اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ جب تک کہ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ والی شرط پوری نہ ہو۔

بہرحال ان امور کی روشنی میں آپ خود اپنا جائزہ لے کر اپنے متعلق فیصلہ کریں کہ آپ کی طلاق حقیقی رنگ میں تھی یا لغو طلاق کے زمرہ میں آتی ہے۔

سوال: جرمنی سے ایک خاتون نے لڑکوں اور لڑکیوں کا اپنے جسموں کے مختلف حصوں پر Piercing کروانے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے مسئلہ دریافت کیا ہے۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 23/ اگست 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب: اسلام نے چیزوں کی حلت و حرمت کے احکامات کے علاوہ بعض اشیا کے طیب و غیر طیب ہونے اور بعض کاموں کے لغو ہونے کے بارے میں بھی تعلیمات دی ہیں۔ زیور پہننے کے لیے لڑکیوں کے کان اور ناک کی حد تک Piercing کروانے کا رواج شروع سے چلا آتا ہے اور اس میں کسی قسم کی قباحت اور ممانعت نہیں پائی جاتی۔ لیکن لڑکوں کے لیے تو کان اور ناک وغیرہ چھدوانا بھی ناپسندیدہ اور لغو کام ہے۔

ہر کام کی ایک حد ہوتی ہے، جب اس حد سے تجاوز کیا جائے تو ایک جائز کام بھی بعض اوقات ناجائز یا لغو کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جس میں پڑنے سے ایک مومن کو منع کیا گیا ہے۔(سورۃ المومنون:4)

نپلز اور جسم کے ایسے حصوں پر Piercing کروانا جنہیں اسلام نے پردہ میں رکھنے کا حکم دیا ہے ان پر ایسا کام کروانا تو ویسے ہی بے حیائی اور خلاف شریعت فعل ہے۔ باقی زبان پر اور ہونٹوں کے اندر اور باہر Piercing کروانا کئی قسم کی بیماریوں اور انفیکشن کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک تو لڑکیوں کے لیے بھی پردہ میں رہتے ہوئے صرف ناک اور کان میں زیور کے استعمال کے لیے Pierc-ing کروانے کی اجازت ہے اور اس سے زیادہ ان کے لیے بھی یہ کام لغو اور ناجائز کے زمرہ میں آئے گا۔

سوال: ڈنمارک سے ایک مربی صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں سے کس کی فضیلت زیادہ ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 25/اگست 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب: قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں ان دونوں مہینوں کی فضیلت کا کوئی باہمی تقابلی جائزہ تو بیان نہیں ہوا۔ بلکہ دونوں مہینوں اور ان میں ہونے والی عبادات کے کثرت سے فضائل و برکات بیان ہوئے ہیں۔ یہ فضائل عمومی رنگ میں بھی بیان ہوئے ہیں اور بعض اوقات حضور ﷺ نے کسی سوال پوچھنے والے کے حالات کے پیش نظر اور بعض اوقات موقعہ محل کے لحاظ سے بھی انہیں بیان فرمایا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث میں بیان ہونے والی ان فضیلتوں کی بنا پر بعض اعتبار سے رمضان المبارک کا آخری عشرہ اور اس میں کی جانے والی عبادتیں اور اس میں نازل ہونے والے احکام بظاہر زیادہ افضل قرار پاتے ہیں اور بعض لحاظ سے ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور اس کی عبادات بظاہر زیادہ افضل ٹھہرتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر فرمایا: سَيِّدُ الشُّهُورِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَأَعْظَمُهَا حُرْمَةً ذُو الْحِجَّةِ۔ (شعب الایمان للبیھقی، فصل تخصیص اَیام العشر من ذی الحجۃ، حدیث نمبر 3597) یعنی تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور ان میں سے حرمت کے اعتبار سے سب سے عظیم ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔

سوال: گھانا سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ اگر کسی نے میت کو چھوا ہو تو کیا اس کے لیے غسل جنابت کرنا فرض ہے اور کیا وہ غسل جنابت کیے بغیر نماز جنازہ میں شامل ہو سکتا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 25/اگست 2021ء میں اس مسئلہ کے بارہ میں درج ذیل راہنمائی فرمائی۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غَسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَلْتُمُوهُ فَإِنَّ مَيِّتَكُمْ لَيْسَ بِنَجِسٍ فَحَسْبُكُمْ أَنْ تَغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب الجنائز باب لیس علیکم فی غسل میتکم غسل) یعنی جب تم اپنے کسی مردہ کو غسل دو تو اس کے بعد تم پر غسل واجب نہیں۔ کیونکہ تمہارے مردے نجس نہیں ہیں۔ مردہ کو غسل دینے کے بعد تمہارا ہاتھ دھو لینا کافی ہے۔

اسی طرح موطا امام مالک میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے خاوند حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات پر انہیں غسل دیا تو غسل دینے کے بعد وہاں موجود مہاجرین سے پوچھا کہ کیا اب میرے لیے غسل کرنا ضروری ہے؟ تو اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ نہیں۔

(موطا امام مالک کتاب الجنائز بَاب غُسْلِ الْمَيِّتِ)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم مردہ کو غسل دیا کرتے تھے۔ پھر ہم میں سے بعض خود غسل کر لیتے تھے اور بعض غسل نہیں کرتے تھے۔ (سنن دار قطنی کتاب الجنائز باب التَّسْلِيمُ فِي الْجَنَازَةِ وَاحِدٌ وَالتَّكْبِيرُ أَرْبَعًا وَخَمْسًا)

ان احادیث کے مقابل پر سنن ابی داؤد میں مروی حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں یہ ذکر آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مردہ کو غسل دے اسے چاہیے کہ غسل کرے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ چار چیزوں کی وجہ سے غسل فرمایا

کرتے تھے، جنابت کی وجہ سے، جمعہ کے روز، سینگی لگوانے سے اور مردہ کو غسل دے کر۔

لیکن اس مضمون کی روایات کو علمائے حدیث نے ضعیف اور منسوخ قرار دیا ہے۔ نیز کہا ہے کہ غسل سے مراد صرف ہاتھوں کا دھونا ہے۔ فقہاء اربعہ کے نزدیک بھی میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا واجب نہیں، صرف مستحب ہے تا کہ میت کو غسل دینے کی وجہ سے اگر انسان کو کوئی گندگی لگ گئی ہو یا گندے پانی کے چھینٹے انسان کے بدن پر پڑ گئے ہوں تو غسل کے نتیجہ میں اس کی صفائی ہو جائے۔ پس جب میت کو غسل دینے کی وجہ سے نہلانے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا تو میت کو چھونے والے پر کس طرح غسل واجب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میت کو غسل دینے والا بغیر غسل کے نماز جنازہ میں شامل ہو سکتا ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ ہاں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ جس طرح باقی نمازوں کے لیے وضو ضروری ہے اسی طرح نماز جنازہ کے لیے بھی وضو کرنا ضروری ہے، وہ اسے کرنا چاہیے۔

سوال: کینیڈا سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ کیا خدا تعالیٰ کا نافرمان اس دنیا میں تکلیف و مصائب میں رہتا ہے یا مومن تکالیف کا شکار رہتا ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 25/اگست 2021ء میں اس بارہ میں درج ذیل ارشادات فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب: ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہایت پُر حکمت کلام کے ذریعہ یہ مضمون ہمیں سمجھا دیا ہے آپؐ فرماتے ہیں: اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ۔ یعنی یہ دنیا مومن کی قید اور کافر کی جنت ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب نمبر 1) اس جامع و مانع کلام میں حضور ﷺ نے ہمیں یہ بات سمجھائی ہے کہ ایک مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام اور ناپسندیدہ قرار دی جانے والی شہوات دنیا اسی کی خاطر چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر اور اس کی اطاعت میں مجاہدات کرتا اور مشکلات برداشت کرتا ہے، اس لیے یہ دنیا بظاہر اس کے لیے ایک قید خانہ کی مانند ہو جاتی ہے۔ لیکن جب وہ فوت ہوتا ہے تو اس کی اس عارضی قربانی کے نتیجہ میں اخروی اور دائمی زندگی میں اس کو ان مصائب و مشکلات سے استراحت نصیب ہوتی ہے اور وہ ان دائمی انعامات کا وارث قرار پاتا ہے جن کا خدا تعالیٰ نے اس سے وعدہ کیا ہوتا ہے۔ جبکہ ایک کافر خدا تعالیٰ کے حکموں کو پس پشت ڈال کر اس عارضی دنیا کے ہر قسم کے حلال و حرام سامان زندگی سے فائدہ اٹھاتا اور اسی دنیا کو اپنے لیے جنت خیال کرتا ہے۔ لہٰذا جب وہ مرتا ہے تو اس دنیا میں کیے گئے اپنے کرموں کی وجہ سے اسے اخروی اور دائمی زندگی میں عذاب الٰہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پس ایک سچے مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کو اپنے پیش نظر رکھے کہ دنیوی زندگی دراصل ایک عارضی زندگی ہے اور اس کی تکالیف بھی عارضی ہیں۔ اور جن لوگوں کو اس عارضی زندگی میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایسے شخص کی اخروی زندگی جو دراصل دائمی زندگی ہے، کی تکالیف دور فرما دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مومن کو اس دنیا میں جو بھی تکالیف پہنچتی ہیں یہاں تک کہ راستہ چلتے ہوئے جو کانٹا بھی چبھتا ہے اس کے بدلے میں بھی اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اجر لکھ دیتا ہے یا اس کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلة والاداب بَاب ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ حُزْنٍ...) اس دنیوی زندگی کے مصائب میں اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو سب سے زیادہ ڈالتا ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے انبیاء پر سب سے زیادہ آزمائشیں آتی ہیں پھر رتبہ کے مطابق درجہ بدرجہ باقی لوگوں پر آزمائش آتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو حضور ﷺ سے زیادہ درد میں مبتلا نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری کتاب المرضیٰ بَاب شِدَّةِ الْمَرَضِ) چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کئی بچے فوت ہوئے، حالانکہ صرف ایک بچہ کی وفات کا دکھ ہی بہت بڑا دکھ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں: ’’قرآن کریم کے دوسرے مقام میں جو یہ آیت ہے۔ وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ‌ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا ۔ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيۡنَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيۡنَ فِيۡهَا جِثِيًّا ۔ (مریم:72، 73) یہ بھی درحقیقت صفت محمودہؔ ظلومیت کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے اور ترجمہ آیت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نفس نہیں جو آگ میں وارد نہ ہو یہ وہ وعدہ ہے جو تیرے رب نے اپنے پر امر لازم اور واجب الادا ٹھہرا رکھا ہے۔ پھر ہم اس آگ میں وارد ہونے کے بعد متقیوں کو نجات دیدیتے ہیں اور ظالموں کو یعنی ان کو جو مشرک اور سرکش ہیں جہنم میں زانو پر گرے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں... اس آیت میں بیان فرمایا کہ متقی بھی اس نار کی مس سے خالی نہیں ہیں۔ اس بیان سے مراد یہ ہے کہ متقی اسی دنیا میں جو دار الابتلا ہے انواع اقسام کے پیرایہ میں بڑی مردانگی سے اس نار میں اپنے تئیں ڈالتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لیے اپنی جانوں کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ میں گراتے ہیں اور طرح طرح کے آسمانی قضا و قدر بھی نار کی شکل میں ان پر وارد ہوتے ہیں وہ ستائے جاتے اور دکھ دیئے جاتے ہیں اور اس قدر بڑے بڑے زلزلے ان پر آتے ہیں کہ ان کے ماسوا کوئی ان زلازل کی برداشت نہیں کرسکتا اور حدیث صحیح میں ہے کہ تپ بھی جو مومن کو آتا ہے وہ نار جہنم میں سے ہے اور مومن بوجہ تپ اور دوسری تکالیف کے نار کا حصہ اسی عالم میں لے لیتا ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مومن کے لیے اس دنیا میں بہشت دوزخ کی صورت میں متمثل ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی راہ میں تکالیف شاقہ جہنم کی صورت میں اس کو نظر آتی ہیں پس وہ بطیب خاطر اس جہنم میں وارد ہو جاتا ہے تو معاً اپنے تئیں بہشت میں پاتا ہے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 142 تا 145) دنیوی تکالیف اور آزمائشوں میں بہت سی الٰہی حکمتیں مخفی ہوتی ہیں، جن تک بعض اوقات انسانی عقل کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ پس انسان کو صبر اور دعا کے ساتھ ان کو برداشت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’بعض وقت مصلحت الٰہی یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں انسان کی کوئی مراد حاصل نہیں ہوتی طرح طرح کے آفات، بلائیں، بیماریاں اور نامرادیاں لاحق حال ہوتی ہیں مگر ان سے گھبرانا نہ چاہیے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 23، ایڈیشن 2016ء)

سوال: جرمنی سے ایک مربی صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ کیا ایک عورت اپنے مخصوص ایام میں کسی عورت کی میت کو غسل دے سکتی ہے؟ نیز یہ کہ جس شخص کو صدقہ دیا جائے کیا اسے بتانا ضروری ہے کہ یہ صدقہ کی رقم ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 15/ستمبر 2021ء میں اس بارہ میں درج ذیل ہدایات عطا فرمائیں۔

حضور انور نے فرمایا:

جواب: قرآن کریم یا احادیث میں بظاہر کوئی ایسی ممانعت نہیں آئی کہ حائضہ یا جنبی کسی میت کو غسل نہیں دے سکتے۔ البتہ صحابہ و تابعین نیز فقہاء میں اس بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل آنحضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اِنَّ الۡمُسۡلِمَ لَیۡسَ بِنَجَسٍ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الجنائز باب من لم یر الغسل من غسل المیت) یعنی مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کے نزدیک کسی جنبی یا حائضہ کے میت کو غسل دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ ایک گروہ کے نزدیک حائضہ اور جنبی کا میت کو غسل دینا مکروہ ہے۔ اور ایک تیسری رائے یہ ہے کہ اگر مجبوری ہو اور حائضہ اور جنبی کے علاوہ کوئی اَور میت کو غسل دینے والا موجود نہ ہو تو اس مجبوری کی صورت میں حائضہ اور جنبی میت کو غسل دے سکتے ہیں لیکن عام حالات میں انہیں میت کو غسل نہیں دینا چاہیے۔

میرے نزدیک بھی عام حالات میں حائضہ اور جنبی کو میت کو غسل نہیں دینا چاہیے لیکن اگر کوئی دوسرا موجود نہ ہو تو مجبوری کی حالت میں حائضہ یا جنبی کے میت کو غسل دینے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ صدقہ بتا کر دینا چاہیے کیونکہ کئی لوگ صدقہ لینا پسند نہیں کرتے۔ پھر حدیث میں بھی آتا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں اگر صدقہ کی کوئی چیز آتی تو آپ اپنے اور

اپنے اہل خانہ کے لیے اسے استعمال نہ فرماتے بلکہ اہل صفہ کو بھجوا دیتے لیکن اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا تو اس میں سے خود بھی کھاتے اور اہل صفہ کو بھی بھجواتے۔ اس سے تو بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کی خدمت میں صدقات اور ہدیہ جات پیش کرنے والے بھی آپ کو بتایا کرتے تھے کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے۔ اسی لیے تو آپ اس کے استعمال میں بھی فرق فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب كَيْفَ كَانَ عَيْشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ وَ تَخَلِّيهِمْ مِنَ الدُّنْيَا)

❁❁❁

Mubarak Ahmad
9036285316
9449214164

Feroz Ahmad
8050185504
8197649300

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

MUBARAK
TENT HOUSE & PUBLICITY

CHAKKARKATTA, YADGIR - 585202, KARNATAKA

Prop. Asif Mustafa
CARE SERVICING & GARAGE
CARE TRAVELLING
Servicing of all type of vehicles
(2, 3 & 4 Wheelers)
RAMSAR CHOWK, BHAGALPUR-2
* Washing * Polish * Greasing * Chasis Paint
Contact for : Car Booking for Marriage & Travailing.
(Tata Victa A.C., Scorpio Grand, Bolero and
all types of Vehicle available)
Mob. : 9431422476, 9973370403

HEALTH & FITNESS CORNER

سوشل میڈیا کے عادی افراد کی ذہنی صحت بہتر بنانے کیلئے تھراپی دینی چاہیے، تحقیق

یونیورسٹی کالج لندن کی طرف سے کی گئی تحقیق میں کہا گیا ہے کہ سوشل میڈیا کے عادی افراد کو ذہنی صحت بہتر بنانے کیلئے تھراپی دینی چاہیے۔

تحقیق میں سوشل میڈیا کی وجہ سے ذہنی مسائل کے شکار افراد کے رویوں پر غور کیا گیا۔

ریسرچ میں بتایا گیا کہ جنھوں نے سوشل میڈیا کے استعمال کو محدود کیا ان کے ذہنی دباؤ، گھبراہٹ اور اکیل پن کے مسائل میں افاقہ ہوا۔
محققین کا خیال ہے کہ مکمل طور پر سوشل میڈیا استعمال نہ کرنے سے زیادہ بہتر تھراپی ہے۔

سوشل میڈیا اس وقت پریشان کن بن جاتا ہے جب کوئی شخص اس کے استعمال میں اس قدر مگن ہوجائے کہ وہ اپنی زندگی کی ذمہ داریوں کو فراموش کر بیٹھے یا روزمرہ کے امور کی انجام دہی میں مشکلات کا سامنا ہو۔

ریسرچرز نے دنیا بھر سے 2004 سے 2022 تک 2700 سے زائد تجرباتی تحقیقات کی روشنی میں نئی ریسرچ مرتب کی۔

❁❁❁

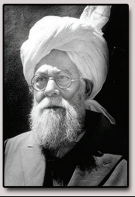

فتاویٰ مصلح موعودؓ

احمدی غیر احمدی کا نکاح اور کفو کا سوال

... تیسرا اہم مسئلہ جس پر میں آج کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نکاح کا سوال ہے اور اس ضمن میں کفو کا سوال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو شادیوں کے متعلق جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ مجھے پہلے بھی ان کا علم تھا۔ لیکن اس 9 ماہ کے عرصہ میں تو بہت ہی مشکلات اور رکاوٹیں معلوم ہوئی ہیں اور لوگوں کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ہماری جماعت کو سخت تکلیف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق یہ تجویز کی تھی کہ احمدی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام ایک رجسٹر میں لکھے جائیں اور آپ نے یہ رجسٹر کسی شخص کی تحریک پر کھلوایا تھا۔ اس نے عرض کیا تھا کہ حضور شادیوں میں سخت دقّت ہوتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ غیروں سے تعلق نہ پیدا کرو۔ اپنی جماعت متفرق ہے اب کریں تو کیا کریں؟ ایک ایسا رجسٹر ہو جس میں سب نا کتخدا لڑکوں اور لڑکیوں کے نام ہوں تا رشتوں میں آسانی ہو۔ حضور سے جب کوئی درخواست کرے تو اس رجسٹر سے معلوم کر کے اس کا رشتہ کروا دیا کریں کیونکہ کوئی ایسا احمدی نہیں ہے جو آپ کی بات نہ مانتا ہو۔ بعض لوگ اپنی کوئی غرض درمیان میں رکھ کر کوئی بات پیش کیا کرتے ہیں اور ایسے لوگ آخر میں ضرور ابتلاء میں پڑتے ہیں۔ اس شخص کی بھی نیت معلوم ہوتا ہے درست نہ تھی۔ انہیں دنوں میں ایک دوست کو جو نہایت مخلص اور نیک تھے۔ شادی کی ضرورت ہوئی اسی شخص کی جس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ رجسٹر بنایا جائے۔ ایک لڑکی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دوست کو اس شخص کا نام بتایا کہ اس کے ہاں تحریک کرو لیکن اس نے نہایت غیر معقول عذر کر کے رشتہ سے انکار کر دیا۔ اور لڑکی کہیں بغیر اجازت احمدیوں میں بیاہ دی۔ جب حضرت صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ آج سے میں شادیوں کے معاملہ میں داخل نہیں دونگا۔ اور اسی طرح یہ تجویز رہ گئی لیکن اگر اس وقت یہ بات چل جاتی تو آج احمدیوں کو وہ تکلیف نہ ہوتی جو اب ہو رہی ہے۔

(انوار العلوم جلد 2 برکاتِ خلافت صفحہ ۳۰۹)

❁❁❁

DIARY DOSE

... کچھ عرصہ قبل جماعتِ احمدیہ کی ایک بزرگ خاتون کا انتقال ہوا۔ ان پر ایم ٹی اے پاکستان سے ایک پروگرام بن کر آیا۔ یہ ان کی ذات اور شخصیت کے حوالہ سے ان کے عزیز و اقارب کی گفتگو پر مبنی تھا۔ تین واقعات ایسے تھے کہ ان پر ہدایت لینا ضروری محسوس ہوا۔ خاکسار ڈی وی ڈی پر اس پروگرام کی ریکارڈنگ لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ حضور انور نے اپنے دراز سے ٹی وی اور ڈی وی ڈی پلئیر کے ریموٹ نکالے اور یہ پروگرام حضور کے سامنے لگے ٹی وی پر چلا کر خاکسار ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ حضور نے پروگرام کے شروع کا کچھ حصہ دیکھا پھر ریکارڈنگ کو fast forward کیا۔ روک کر جہاں سے چلایا، میں نے عرض کی کہ حضور، ایک بات تو یہ پوچھنی تھی (دل میں سوچا کہ عجیب اتفاق ہے)۔ حضور نے اس پر رہنمائی فرمائی۔ پھر fast forward کیا اور روک کر جہاں سے چلایا، وہ دوسری بات تھی جو میں نے پوچھنی تھی (اب بات اتفاق سے آگے بڑھ رہی تھی)۔ ہدایت ارشاد فرمائی اور پھر fast forward کیا۔ روک کر فرمایا کہ ''اور تیسری بات یہ ہے جو تم نے پوچھنی ہے۔ یہی ہے نا؟'' عرض کی کہ جی حضور، بالکل یہی ہے (اب کون ہے جو اسے اتفاق کہے؟)۔

حیرت سے میں نے حضور کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا۔ مگر وہاں تو وہ ایسا سکون تھا کہ جیسے ہوا ہی کچھ نہیں۔ جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو۔ جیسے اس میں حیران پریشان ہونے کی وجہ ہی کوئی نہ ہو۔

پوچھنے کی ہمت کسے۔ نہایت ادب سے عرض کی کہ حضور، میں نے یہی تین باتیں پوچھنی تھیں۔ اس امید پر کہ شاید حضور کچھ پردہ اٹھائیں اور بتائیں کہ حضور کو یہ کس طرح معلوم ہوا۔ مگر حضور نے بس اسقدر جواب ارشاد فرمایا کہ ''چلو، پوچھنی تھیں تو پوچھ لیں۔ جواب بھی مل گیا''۔ میری کوشش رائیگاں گئی۔ مجھے اس حیرت ناک واقعہ کے پیچھے کارفرما علم کا کوئی سراغ نہ ملا۔

خطبہ جمعہ کا بھی تو یہی حال ہے۔ یقیناً سبھی اتفاق کریں گے کہ ہفتہ بھر کے دوران ایک خیال ہمیں پریشان کر رہا ہے۔ کوئی صورتحال درپیش ہے اور اس سے نمٹنے کی کوئی صورت نہیں بن رہی۔ گھر میں بچے نے کوئی سوال پوچھ لیا ہے مگر اس کا جواب نہیں سوجھ رہا۔ اور جب خطبہ جمعہ شروع ہوا تو یا تو پہلے ہی جملہ سے آپ کا دل خوش ہو گیا کہ لو بھئی! یہ تو آج میرے مسئلہ کا حل نکل گیا۔ یا پھر آگے چل کر کوئی نہ کوئی بات ایسی ارشاد فرمائی جو آپ کے ذہن کی گرہ کو کھول گئی۔ پس اس سے اس تلقین کی حکمت بھی سمجھ آتی ہے جو حضور ہمیں متواتر فرماتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کے خطبات کو سنو۔ غور سے سنو۔ ان کی جگالی کرو۔ انہیں آپس میں دہراؤ۔ ان باتوں کو مجالس میں بیان کرو۔ حضور کی یہ تلقین اور تاکید ہمیں بتاتی ہے کہ حضور کا خطبہ ہمارے لئے life line ہے۔ ہم خطبات کو سنتے ہیں اور جب غور سے سنتے ہیں تو دل کئی بار یہ کہہ اٹھتا ہے کہ

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

یہ علم کہ اس وقت جماعت کے دل میں کیا ہے، انہیں کس جواب کی ضرورت ہے، ان میں سے بہت سوں کو کس معاملے میں رہنمائی کی ضرورت ہے، یہ سب علم خدا انہیں دیتا تو اور کون دیتا ہے۔ مانا کہ ہر فردِ جماعت حضور کو باقاعدگی سے خط لکھتا ہے۔ اپنے مسائل بتاتا ہے۔ مگر خطبہ میں کروڑوں لوگوں کے خطوط کے جواب تو نہیں دیئے جاتے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہوتا ہے؟ علم نفسیات میں ایک اصطلاح رائج ہے collective psychology یعنی کسی معاشرہ یا قوم کی مجموعی نفسیات۔ مگر علمِ نفسیات میں اس اصطلاح کا اطلاق کسی خاص معاشرہ یا کسی ایک قوم پر ہوتا ہے۔ اس اصطلاح کا ماخذ جرمن ماہر نفسیات ومفکر کارل ینگ کا نظریہ 'مجموعی لاشعور' ہے جس کے مطابق کسی ایک خاص علاقہ میں رہنے والے، کسی ایک خاص بود و باش سے تعلق رکھنے والے، کسی ایک نسل سے تعلق رکھنے والے ایک مجموعی لاشعور کے زیر اثر بہت سے رجحانات کو اپناتے ہیں۔ مگر بات ہو جماعت احمدیہ مسلمہ کی تو یہ جماعت تو دنیا کے ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر ثقافت سے تعلق

رکھنے والے لوگ اس میں شامل ہیں جو اپنی اپنی ثقافت کے ساتھ ساتھ بلحاظِ عقیدہ احمدی مسلمان ہیں۔ ان سب کی نبض کو ٹٹول کر ان کی دھڑکن کو پڑھ لینا اور اس کے مطابق خطبہ میں ان کی رہنمائی کرنا، یہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح ہی کا خاصہ ہوسکتا ہے۔ وہ خلیفہ جو خدا نے خود چنا ہو۔ اسی خلیفہ کی آواز کے بارہ میں تو کہا گیا کہ

جو آرہی ہے صدا، غور سے سنو اس کو
کہ اس صدا میں خدا بولتا سا لگتا ہے

حضور انور کے خطبات کا ہر لفظ ہمارے ذہنوں میں گردش کرنے والے سوالات اور مسائل کا حل ہے۔ آپ کے خطابات جو آپ بین الاقوامی سطح پر سیاسی وملی اکابرین کے سامنے ارشاد فرماتے ہیں، ان کا ہر لفظ کئی سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ ان خطابات کے بعد یہ سیاسی اکابرین اور مفکرین بہت دفعہ اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ ہم جو سوالات لے کر آئے تھے، ہمارے بغیر پوچھے حضور نے ان کے جوابات دے دیئے۔ ہم جو تصورات اسلام کے بارہ میں لے کر آئے تھے ہمارا خیال تھا کہ انہی کے ساتھ واپس جائیں گے، مگر حضور کو جیسے معلوم ہوگیا کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں۔ حضور نے ہمارے خیالات کو تبدیل کر ڈالا۔

(بحوالہ وہ جس پہ رات ستارے لئے اترتی ہے قسط 2 از آصف محمود باسط صاحب)

❀❀❀

10 Years
Quality Service
Est. 1992
Study Abroad

Study Abroad

10 Offices Across India

All Services Free of Cost

سٹڈی ابراڈ

Prosper Overseas

Is the India's Leading Overseas Education Company.

About Us

Prosper Overseas is a One STOP SOLUTION to all International Study Needs. Representing over 500 Universitites / Colleges in 9 Countries since last 10 years

Achievements

* NAFSA Member Association, USA.
* Certified Agent of the British High Commission
* Trusted Partner of Ireland High Commission
* Nearly 100% success Rate in Student Admissions in various institutions abroad, Training Classes, and Student Visas.

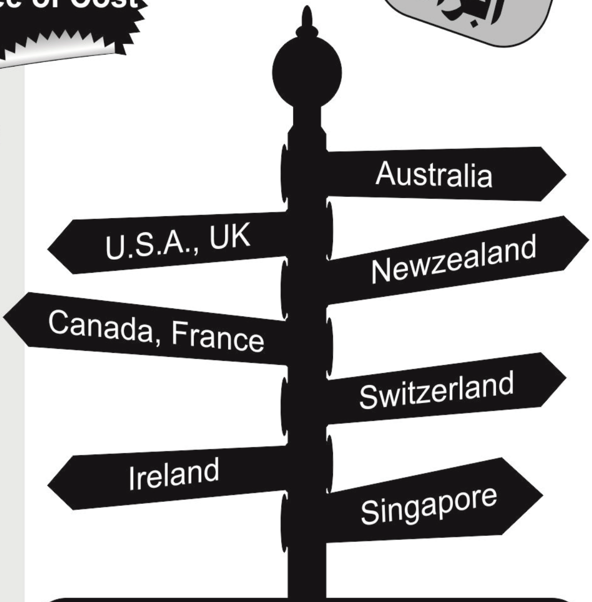

بیرون ممالک میں اعلیٰ پڑھائی کرنے
کیلئے رابطہ کریں

CMD : Naved Saigal

Website : www.prosperoverseas.com

e-mail : info@prosperoverseas.com

National helpline : 9885560884

Corporate Office
Prosper Education Pvt. Ltd.
1-7-27/6, Behind Green Park Hotel, Green Lands,Ameerpet,
Hyderabad - 500016, Andhra Pradesh, Phone : +91 40 49108888

خدمت دین

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض دفعہ ہنسی آتی ہے اور بعض دفعہ تعجب کہ بعض لوگ جو کبھی چندہ نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ اتنی بڑی رقم جو جمع ہوتی ہے، جاتی کہاں ہے۔ حالانکہ خود اُنہوں نے کبھی اِس میں حصہ نہیں لیا ہوتا اور اگر لیا ہوتا ہے تو نہایت ہی قلیل۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ ایک شخص کے متعلق سُنایا کرتے تھے کہ اس نے کہا مجھے بخاری لے دیں۔ میں نے کہا کبھی لے دونگا، اِن دنوں تو مَیں غریب ہوں۔ کہنے لگا آپ کس طرح غریب ہو سکتے ہیں۔ اِس وقت تین لاکھ کی جماعت ہے اگر ایک ایک روپیہ بھی ہر شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نذر دے تو چار آنے آپ کو بھی دیتا ہوگا اور اِس طرح کئی ہزار کی آپ کو آمدنی ہے۔ اُسے میں نے جواب دیا تم ہی بتاؤ آج تک تم نے مجھے کتنی جوتّیاں دی ہیں؟

تو ایسے لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ لوگ جو دیتے ہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم بھی دیں حالانکہ جب تک ہر ایک شخص حصہ نہ لے ہم سلسلہ کے کاموں کو اُس حد تک نہیں پہنچا سکتے جو موجودہ حالت میں ضروری ہے۔ (خطابات شوریٰ جلد 1 صفحہ 181-180) ❀❀❀

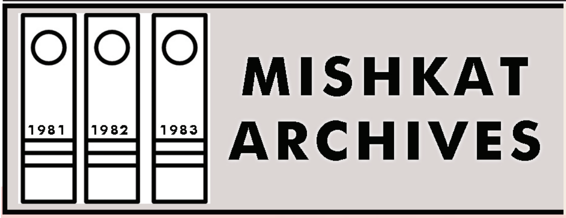

دوماہی مشکوٰۃ جنوری فروری

1987

Volley Ball Team of Majlis Chinta Kunta (A. P.)

Islam teaches that Allah rewards good with greater good. This follows that good is an overwhelmingly powerful force that can drive away evil. On the other hand, it teaches that a wrongdoing should not be punished with extreme harshness, and that penalty should not exceed the wrong committed. The Holy Quran says,

'And the recompense of an injury is an injury the like thereof; but whoso forgives and his act brings about reformation, his reward is with Allah. Surely, He loves not the wrongdoers.' (42:41)

According to the Five-Volume Commentary by Hazrat Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad (RA), this verse shows that in Islam, the basic aim of punishment while dispensing justice is the moral reformation of the wrongdoer. Whether by punishing the guilty person, or by forgiving him, it is his moral reformation that is the object of the practice of justice. If he is to be punished, it should not be disproportionate to the act of wrongdoing. This is one of the most beautiful aspects of justice that can be applied in corrective justice practices.

Thus, justice in Islam is defined through the ultimate objective that it sets out to achieve- the moral reformation of man and enabling him to channel all his facilities and energies towards fulfilling the rights of Allah (Huqooq-al-Allah) and the rights of his fellow human beings (Huqooqul Ibaad). Towards this, even the judges have been commanded to perform their duties of dispensing justice with utmost honesty and truthfulness. The Holy Quran says,

'Verily, God commands you to make over the trusts to those entitled to them, and that, when you judge between men, you judge with justice. And surely excellent is that with which God admonishes you! God is All-Hearing, All-Seeing.' (4:59)

Justice is therefore considered a highly virtuous value, one that has to be dispensed with utmost alacrity as well as integrity. Upholding justice is also considered as an essential and vital duty of Muslims, one that cannot be abandoned under any circumstances. As is evident from the following verse of the Holy Quran,

'…And let not the enmity of a people, that they hindered you from the Sacred Mosque, incite you to transgress…' (5:3)

In the same chapter, the Holy Quran once again commands Muslims to observe the values of justice under all circumstances. The Holy Quran says,

'O ye who believe ! be steadfast in the cause of Allah, bearing witness in equity; and let not a people's enmity incite you to act otherwise than with justice. Be always just, that is nearer to righteousness. And fear Allah. Surely, Allah is aware of what you do.' (5:9)

3. Conclusion

One would like to coclude with the pearls of wisdom by our most beloved Huzoor, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (ABA) has also repeatedly warned the world of the dire consequences of perpetuating unjust practices, not just at the level of global politics, but also at the individual and societal level. In his address delivered at the 14th National Peace Symposium hosted by the Ahmadiyya Muslim Community UK on 25th March 2017, Beloved Huzoor (ABA) said, "[…] a lack of justice has plagued every segment of society and fuelled disorder." Huzoor (ABA), while expounding upon the current predicament of the world, directly associated the lack of justice with the disorder that the world is facing right now. A lack of justice is what is driving the societies of the world towards moral corruption. It is the lack of justice that has incited some nations to fighting wars, while others are preparing for them. And it is a lack of justice that could bring about the ruin of mankind if the calls towards justice and peace are not heeded to.

It is only by taking note of the voice of the Imam of the age that the world can avert disasters such as wars and disorder. As Huzoor (ABA) said in the same address, "[…] we must always remember that if we seek to pursue our own interests at all costs, the rights of others will be usurped and this can only lead to conflict, wars and misery. We must all reflect and understand the precipice upon which we stand. We must recognise the purpose of our creation." By recognising the purpose of our creation and bearing the value of justice in our hearts and minds, we can establish a prosperous society and allow our future generations a chance to live peaceful lives. ***

Justice in Islam

Mudabbir Ahmad Tak

1. Introduction and Motivation

The idea of justice is a much talked about concept in the modern world. This might sound as almost a truism, considering that justice as a philosophical, ethical and moral value has been talked, written and discussed about since antiquity. In contemporary times, the concept of justice pervades almost the entire field of social and political thought. This is no surprise, considering that justice forms the very foundation of our values, ethics and morals. However, how can we define justice? And who gets to impart it? These questions have become important in a post-modern world where traditional values are being constantly challenged and disputed.

Despite all aspects of our social and political lives having become associated with the prevailing ideas of justice, these questions linger. Institutions such as the state, the polity and judiciary all work (or ought to work) on the basis of building and preserving a just society. Social and political discourses both develop on the basis of the concepts of justice, and develop towards establishing more enlightened realms of justice. Societal, cultural and individual norms are based on justice as well. Justice as a conceptual framework even underlies the games we play, where the team or the player who has worked hard and performed well is rewarded. A society with a clear idea of what justice is, is a successful society. One without this understanding is liable to implode and rot.

2. Meanings and Connotations of Justice

As I wrote above, justice and the enquiries into its meanings and connotations have been a part of philosophy since classical times. Socrates listed justice as one of the four cardinal virtues in his dialogues, and it was perhaps the most important one according to him as well. It is the concept of justice that Socrates believes differentiates between a happy and an unhappy man. According to him, a just man is happier than an unjust one. Socrates hypothesizes a utopian city ruled by a 'philosopher-king', where the values of justice are held to be most sacred. Thus, according to Socrates, both individual happiness and the prosperity of a community are both dependent upon upholding the values of justice.

In the modern world, universal laws have come to define justice. However, the contemporary ideas of justice are more prominently associated with agency and contractarianism. That is, justice is considered as a prerogative of agencies such as the state, or the judiciary. Having a personal sense of the concept at an individual level is not accorded much importance. Similarly, the contractarian agreement of justice, that is considering justice as a social contract and agreeing on its standards and ethics beforehand, has become much clouded with so many different groups of people clamouring for so many different standards of justice to be applied to human societies. It is here that we turn to our own religion to understand, in a universal and objective sense, what justice is.

It is apt to begin a discussion of justice with the writings of one of the foremost jurists of modern times, Sir Zafrullah Khan (RA). In the book The Concept of Justice in Islam, Sir Zafrullah Khan (RA) has talked about what justice is and how it ought to be dispensed. He begins with the definition of justice, borrowed from the Institutes of Justinian, a codification of Roman Law from the 6th century AD. Here, justice is defined as 'the constant and perpetual will to render to each his due'. Of course, justice is not just confined to the 'will' to render each his due, but the act to do so as well. However, the act springs from the will, and it is the will that gives birth to acts of justice. Moving on, Sir Zafrullah Khan explains that Islam has provided a broader explanation of the term. He explains,

'[…]to maintain a proper standard of justice it is necessary that recompense of good should in no case be less than what a person has earned, and that, on the other hand, the penalty for a wrong should not exceed the wrong or transgression committed. A contravention of either of these principles would amount to injustice.'

3. Holy Quranic Perspective on Justice

Muslims of Makkah and its surrounding areas could find an opportunity by these means, to join the Muslims of Madīnah. Until now, there were many people in the region of Makkah who were Muslims at heart, but were unable to publicly profess their belief in Islām due to the cruelties of the Quraish. Furthermore, due to their poverty and weakness, they were unable to migrate either, because the Quraish would forcefully hold back such people from migrating…

FOURTHLY: The fourth strategy employed by the Holy Prophet (sa) was that he began to intercept the trade caravans of the Quraish which travelled from Makkah to Syria passing by Madīnah en route. The reason being that firstly, these caravans would spark a fire of enmity against the Muslims wherever they travelled. It is obvious that for a seed of enmity to be sown in the environs of Madīnah, was extremely dangerous for the Muslims. Secondly, these caravans would always be armed and everyone can appreciate that for such caravans to pass by so close to Madīnah was not empty of danger. Thirdly, the livelihood of the Quraish primarily depended on trade. Therefore, in these circumstances, the most definitive and effective means by which the Quraish could be subdued, their cruelties could be put to an end and they could be pressed to reconciliation, was by obstructing their trade route. As such, history testifies to the fact that among the factors which ultimately compelled the Quraish to incline towards reconciliation, the interception of these trade caravans played an extremely pivotal role. Hence, this was an extremely sagacious strategy, which yielded fruits of success at the appropriate time. Fourthly, the revenue from these caravans of the Quraish was mostly spent in efforts to eliminate Islām. Rather, some caravans were even sent for the sole purpose that their entire profit may be utilized against the Muslims. In this case, every individual can understand that the interception of these caravans, was in its own right, an absolutely legitimate motive.'

His Holiness (aba) said that this topic would continue in future sermons.

***

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ
وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (البقرة:255)

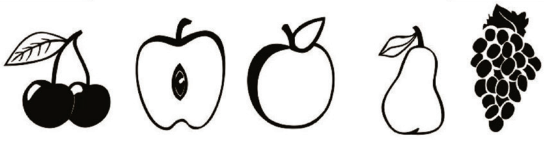

AHMAD FRUIT AGENCY
Commission & Forwarding Agents :
Asnoor, Kulgam (Kashmir)
Hqrt. Dar Fruit Co.
Kulgam
B.O. Ahmad Fruits
Mobiles : 9622584733,7006066375,9797024310

Contact (O) 04931-236392
09447136192
C. K. Mohammed Sharief
Proprietor
CEEKAYES TIMBERS
&
C. K. Mubarak Ahmad
Proprietor
Contact : 09745008672
C. K. WOOD INDUSTRIES
VANIYAMBALAM - 679339
DISTT.: MALAPPURAM KERALA

With regards to the very same era, the Holy Qur'ān states:
"O ye Muslims! And remember the time when you were few and were considered to be weak in the land, and were in constant fear lest people should snatch you away and destroy you. But God sheltered you and granted you support with His Succour and opened the doors of pure provisions upon you. Therefore, you should now live as thankful servants."
This was the state of external threats and, even in Madīnah, the state was that until now, a substantial segment from among the Aus and Khazraj stood firm upon polytheism. Although they were apparently with their brethren and kindred, but in such circumstances, how could a polytheist be trusted? Secondly, were the hypocrites, who at the outset had accepted Islām, but in secret they were enemies of Islām, and their presence in Madīnah posed threatening possibilities. Thirdly, were the Jews, with whom although there was a treaty, but to these Jews the value of this treaty was nothing. Hence, in this manner, there were such elements present even in Madīnah itself, which were no less than a store of hidden ammunition against the Muslims. A tiny spark by the Arabian tribes was enough to set this ammunition on fire, and destroy the Muslims of Madīnah with a single blast. At this vulnerable time, which was such that a more critical time had never dawned upon the Muslims before, divine revelation was sent to the Holy Prophet (sa), that now he should also take up the sword in opposition to these disbelievers, who had entered the field of battle against him, sword in hand, purely by way of injustice and tyranny. In this manner, Jihād by the sword was announced.'" (The Life & Character of the Seal of Prophets Vol II pp. 54-60)

The First Time Jihad of the Sword Was Permitted

His Holiness (aba) said that according to the research of Hazrat Mirza Bashir Ahmad (ra), the first verse regarding Jihad with the sword revealed to the Holy Prophet (sa) was in 12 Safar 2 AH. It is also recorded in some narrations that this verse was revealed at the time of migration, as the Holy Prophet (sa) had started sending envoys for the protection of Madinah against real threats. In any case, this was the very first time that the Holy Prophet (sa) had been given permission by God to take up the sword in defence against the vile injustices and cruelties that were being inflicted upon him. The Qur'anic verse revealed in this regard was:
"Permission to fight is granted to the Muslims against whom the disbelievers have taken up the sword because they (i.e., the Muslims) have been wronged – And Allāh indeed has power to help them – Those who have been driven out of their homes unjustly, only because they said, 'Our Lord is Allāh' – And if Allāh the Exalted did not repel some men by means of others (by granting permission for defensive war), there would surely have been pulled down cloisters belonging to monks and Christian churches and Jewish synagogues and mosques, wherein the name of God is oft-commemorated. And Allāh the Exalted will surely help one who helps Him. Undoubtedly, Allāh the Exalted is Powerful, Mighty.'"
His Holiness (aba) said that not only was this for the protection of Muslims, but by naming the places of worship of other religions, this verse also protects the rights and freedoms of other religions as well.

Four Strategies Deployed During the Hostilities Against the Muslims

His Holiness (aba) further quoted Hazrat Mirza Bashir Ahmad (ra) who writes the initial four strategies used by the Holy Prophet (sa):
'FIRSTLY: The Holy Prophet (sa) began travelling to nearby tribes and establishing peace treaties with them, so that the surrounding region of Madīnah would become free of threat. In this respect, the Holy Prophet (sa) gave special consideration to those tribes who were situated close to the Syrian trade route of the Quraish. As every individual may gather, it was these tribes in particular, from whom the Quraish of Makkah could have derived most benefit against the Muslims and whose enmity could have resulted in severe threats for the Muslims.
SECONDLY: The Holy Prophet (sa) began to dispatch small companies in order to obtain intelligence in different directions from Madīnah, so that he was able to remain informed of the movements of the Quraish and their allies; and the Quraish also understood that the Muslims were not oblivious, so that in this manner, Madīnah could be safeguarded from the dangers of sudden attacks.
THIRDLY: Another wisdom in dispatching these parties was so that the weak and poor

Prophet (sa) and placed such a veil upon the eyes of the Quraish, that after having reached the very place of destination, they returned frustrated and unsuccessful. When they became disappointed in this search, they made a public announcement that any individual who brought Muḥammad[sa] back – dead or alive – would receive a bounty of a hundred camels, which is equivalent to approximately 20,000 Rupees in today's currency.'

His Holiness (aba) explained that this was the value at the time in which Hazrat Mirza Bashir Ahmad (ra) wrote this book. Today, that would equate to tens of millions of pounds.

Threats of the Quraish Against the Muslims

His Holiness (aba) continued quoting, 'Many young men from the various tribes of the Quraish set out in all directions to search for the Holy Prophet (sa), in greed of the bounty. As such, the pursuit of Surāqah bin Mālik, which has already been mentioned in Volume I of this book, was also a result of this announcement of reward. However, the Quraish were made to confront failure in this scheme as well. If one contemplates, for war to break out between two nations, even this sole reason is enough, in that a bounty of this nature is set for the Master and Leader of the other. In any case, when this scheme also proved unsuccessful and the Quraish found out that the Holy Prophet (sa) had reached Madīnah safe and sound, as it has been mentioned above, the chieftains of the Quraish sent a terribly threatening letter to the head chieftain of Madīnah, 'Abdullāh bin Ubayy bin Sulūl, and his companions:

"You have given protection to an individual of ours (i.e., Muḥammad (sa)), and we swear in the name of Allāh that you shall either leave him and declare war against him, or in the least, exile him from your city. If not, we shall most definitely gather our entire army and attack you; and we shall kill your men and take your women into our own possession, making them lawful unto ourselves."

The anxiety which could have clung to the poor Muhājirīn due to this letter is evident, but a tremor of fear also surged through the Anṣār as well. When the Holy Prophet (sa) received news of this, he went to 'Abdullāh bin Ubayy himself. The Holy Prophet (sa) reasoned with him and calmed him down saying,"Your very own kith and kin are with me, will you fight against your own loved ones?" It was in these days that Sa'd bin Mu'ādh (ra), chieftain of the Aus, came to Makkah for the purpose of 'Umrah. Upon seeing him, the eyes of Abū Jahl gorged with blood in rage and he furiously said, "You have (God-forbid) given protection to that renegade (Muḥammad (sa)). Do you believe that you will be able to protect him…?" In this era, the Quraish were so preoccupied in uprooting Islām that when Walīd bin Mughīrah, a chief of Makkah was about to die, he began to weep helplessly. The people inquired of his suffering, to which he responded, "I fear, lest the religion of Muḥammad (sa) might spread after my death." The leaders of the Quraish responded by saying, "Do not worry, we guarantee that we shall not allow his religion to spread." All of these instances are subsequent to the migration, when the Holy Prophet (sa) had left Makkah, distressed by the persecution of the Quraish, and it could be thought that the Quraish would leave the Muslims at their state. This was not all, rather, when the Quraish noticed that the Aus and Khazraj refused to give up their protection of the Holy Prophet (sa), and it was apprehended that Islām may take root in Madīnah, they toured the other tribes of Arabia and began to incite them against the Muslims. Since the Quraish enjoyed a distinct influence upon the other tribes of Arabia, due to their guardianship of the Ka'bah, for this reason, upon the instigation of the Quraish, many tribes had become deadly enemies of the Muslims. The state of Madīnah was as if it had become surrounded by a raging fire. As such, the following narration has already been mentioned:

"Ubayy bin Ka'b (ra) who was from among the distinguished Companions narrates, 'When the Holy Prophet (sa) and his Companions migrated to Madīnah, and the Anṣār gave protection to them, in turn all of Arabia collectively stood up against the Muslims. In that era, the Muslims would not even put off their arms at night and during the day they would walk around armed in case of a sudden attack. They would say to each other that let us see if we live till such a time when we might be able to sleep in peace at night without any fear except the fear of God.'"

The state of the Chief of Mankind himself was that:

"In the beginning, when the Holy Prophet (sa) arrived to Madīnah, he would often remain awake during the night in apprehension of an enemy attack."

it is written that when the persecution of the Quraish intensified, ‘Abdur-Raḥmān bin ‘Auf (ra), and other Companions, presented themselves before the Holy Prophet (sa), and sought permission to fight the Quraish, but the Holy Prophet (sa) responded:
“For now, I have been ordered to pardon. Thus, I cannot give you permission to fight.”
As such, the Companions bore every pain and insult in the way of religion, but did not let go of the handle of patience. When the goblet of the persecution of the Quraish had been satiated and began to overflow; and the God of this universe found the divine message to have been conveyed incontrovertibly, it was only then that God ordered His servant to leave the city. For now, the matter had exceeded the limit of forgiveness, and the time had come when the perpetrators would reach their evil end. Hence, this migration of the Holy Prophet (sa) was a sign of the acceptance of the ultimatum of the Quraish. It was a subtle indication by God of the announcement of war; both the Muslims and disbelievers understood this. As such, during the consultation at Dārun-Nadwah, when an individual proposed that the Holy Prophet (sa) should be exiled from Makkah, the chieftains of the Quraish rejected this proposal on the basis that if Muḥammad (sa) was to leave Makkah, the Muslims would definitely accept their ultimatum and enter the field of battle in opposition to them. Upon the occasion of the second Bai‘at at ‘Aqabah, when the question of the migration of the Holy Prophet[sa] arose before the Anṣār of Madīnah, they immediately said, “This entails that we should become prepared for war against the whole of Arabia.” When the Holy Prophet (sa) left Makkah, he cast a sorrow-stricken glance upon the boundaries of Makkah and said, “O Makkah! You were more beloved to me than all other cities, but your people have not allowed me to live here.” Upon this, Ḥaḍrat Abū Bakr (ra) said, “They have exiled the Messenger of God. Now they shall indeed be God. Now they shall indeed be destroyed.”
In summary, until the Holy Prophet (sa) resided in Makkah, he endured all kinds of torment, but did not take up the sword against the Quraish. The reason being that firstly, before any measures could be taken against the Quraish, according to the custom of Allāh, the divine message needed to be conveyed incontrovertibly, and this called for respite. Secondly, it was also the desire of God that the Muslims exhibit a model of forgiveness and patience to that final limit whereafter remaining silent was equivalent to suicide, which cannot be deemed a commendable deed by any sensible individual. Thirdly, the Quraish headed a kind of democratic government in Makkah and the Holy Prophet (sa) was one of its citizens. Hence, good citizenship demanded that until the Holy Prophet (sa) remained in Makkah, he respect the authority, and not allow anything as would disturb the peace, and when the issue exceeds the limit of forgiveness, he migrate from there. Fourthly, it was also necessary that until his people had become deserving of punishment due to their actions in the estimation of God, and until the time to destroy them had not arrived, the Holy Prophet (sa) live among them, and when the time arrives, he migrate from there. The reason being that, according to the custom of Allāh, until a Prophet of God remains within his people, they are not struck by a punishment as would destroy them. When a destructive punishment is impending, the Prophet is ordered to leave such a place. Due to these reasons, the migration of the Holy Prophet (sa) possessed distinct indications within it, but it is unfortunate that these wrong-doing people did not recognize them, and continued to grow in their tyranny and oppression. For if the Quraish had abstained even now, and had refrained from employing a course of compulsion in religion, and had permitted the Muslims to live a life of peace, then God is the Most Merciful of those who are Merciful, and His Messenger was also Raḥmatullil-‘Ālamīn. Indeed, even then they would have been forgiven. However, the writings of divine decree were to be fulfilled. The migration of the Holy Prophet (sa) served as fuel upon the fire of the Quraish’s enmity and they stood up with an even greater zeal and uproar than before, to obliterate Islam.
In addition to inflicting persecution and tyranny upon the poor and weak Muslims, who until now were still in Makkah, the first undertaking of the Quraish, as soon as they found out that the Holy Prophet (sa) had left Makkah, was that they set out to pursue him. They scanned every inch of the Valley of Bakkah, in search of the Holy Prophet (sa) and even reached the mouth of the cave of Thaur. However, Allāh the Exalted aided the Holy

Summary of the Friday Sermon delivered by Hadrat Khalifa-tul-Masih V (May Allah be his Helper)on 02nd June 2023

After reciting Tashahhud, Ta'awwuz and Surah al-Fatihah, His Holiness, Hazrat Mirza Masroor Ahmad (aba) said that the the lives, incidents and sacrifices of the Companions who took part in the Battle of Badr were detailed in a series of sermons. His Holiness (aba) said that many have expressed to him that the life of the Holy Prophet (sa) should also be detailed, because it was only due to being attached with him that the Companions achieved high ranks. They not only believed but they embodied the Unity of God as taught by the Holy Prophet (sa).

His Holiness (aba) said that over the years, he has highlighted various aspects of the Holy Prophet (sa) in his sermons. However, his life was such that it cannot be limited to certain aspects. His qualities were so vast that they cannot even be encompassed over the course of a number of sermons. Hence, his life will continue to be mentioned, in fact every sermon or address comprises some mention of an aspect of the Holy Prophet's (sa) life, because our lives revolve around him. We cannot act according to the Shariah without his example.

Circumstances Leading Up to the Battle of Badr

His Holiness (aba) said that today he would begin a series of sermons about the Holy Prophet (sa) in relation to the Battle of Badr. Before mentioning the battle itself, His Holiness (aba) said that it is important to understand the circumstances which led to the battle happening in the first place. His Holiness (aba) quoted Hazrat Mirza Bashir Ahmad (ra) who writes:

'The Makkan life of the Holy Prophet (sa), the cruelties which were inflicted upon the Muslims by the Quraish and the schemes they employed in order to expunge Islām, were enough reason for war to break out between any two nations, in every era, and in all types of circumstances. History substantiates that in addition to extremely degrading mockery, and exceedingly offensive taunt and slander, the disbelievers of Makkah forcefully stopped the Muslims from worshipping the One God and announcing His Unity. They were very brutally beaten and battered mercilessly, their wealth was usurped unlawfully, they were boycotted in an attempt to kill and ruin them, while some were martyred ruthlessly and their women were dishonoured. This was to the extent that disturbed by these cruelties, many Muslims left Makkah and migrated to Abyssinia. However, the Quraish did not rest at this either and sent a delegation to the Royal Court of the Negus in an attempt that these Muhājirīn would somehow return to Makkah and the Quraish would become successful in reverting them from their faith, or eliminating them. Then, great pains were inflicted upon the Master and Leader of the Muslims, who was dearer to them than their own souls, and he was subjected to all kinds of suffering. Upon professing the name of God, the friends and comrades of the Quraish bombarded the Holy Prophet (sa) with stones in Ṭā'if, to the extent that his body became drenched in blood. Ultimately, with the agreement of all the representatives of the various tribes of the Quraish, it was decided in the National Parliament of Makkah that Muḥammad (sa), the Messenger of Allāh, be assassinated so that all traces of Islām may be wiped out, and Divine Unity may be brought to an end. Then, in order to practically implement this bloody resolution, the youth of Makkah who were from the various tribes of the Quraish, assembled a group and attacked the home of the Holy Prophet (sa) by night. However, God protected the Holy Prophet (sa), and he departed from his home – leaving them in the dust – and he took refuge in the cave of Thaur. Were these cruelties and bloody resolutions not then equivalent to an announcement of war by the Quraish? In the backdrop of these incidents, can any sensible individual assert that the Quraish of Makkah were not at war with Islām and the Muslims? Then could these cruelties of the Quraish not become sufficient grounds to warrant a defensive war by the Muslims? In such circumstances, could any honourable nation of the world, which has not resigned itself to suicide, stand back from the acceptance of such an ultimatum as was given to the Muslims by the Quraish? Most definitely, if there had been another nation in place of the Muslims, they would have entered the field of battle against the Quraish much earlier. The Muslims, however, were ordered to exhibit patience and forgiveness by their Master. As such,

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ جمشید پور

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ برہ پورا

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ خانپور ملکی

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ تیاپور

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ ضلع 24 پرگنہ

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ ضلع شوپیان

وقار عمل مجلس خدام الاحمدیہ ناصر آباد کشمیر

وقار عمل مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد کشمیر

Registered with Registrar of Newspapers of India at PUNBIL/2017/74323 Postal Registration No: GDP-46/2021-23
Annual Subscription: ₹220 (20/copy) By Air $50 Weight: 40-100 grams/Issue

Monthly MISHKAT Qadian

Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat

PH: +91-1872-220139 FAX: 222139 E-mail: mishkatqadian@gmail.com

Chairman: K. Tariq Ahmad
Editor: Niyaz Ahmad Naik +91-9779454423
Manager: Syed Abdul Hadee +91-9915557537

Volume 7 August 2023 CE Issue 08

Published on 28th Sep 2023

اشاعت اسلام کیلئے مالی قربانی

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ فرماتے ہیں:

پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس سوچ کے ساتھ اپنے مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے روئے زمین پر سوائے احمدی کے کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی کرنے کی سوچ رکھتا ہو۔ شاید کچھ اَور لوگ بھی دنیا میں ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں یا اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتے ہیں لیکن مِن حَیثُ الجماعت صرف جماعت احمدیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد کے علاوہ دین کی اشاعت اور اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کو دکھانے کے لئے اپنے اوپر بوجھ ڈال کر بھی مالی قربانیاں کرتی ہے۔ اصل میں تو یہ سب خرچ چاہے وہ کسی انسان کی مدد کے لئے ہو یا دین کے لئے خرچ کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے لئے تو کسی مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی خاطر خرچ کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کی مخلوق کی بہتری کے لئے اور اس کے دین کی برتری کے لئے خرچ کیا جائے۔

(خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۵ جنوری ۲۰۱۸ بمقام مسجد بیت الفتوح لندن)

Printed and Published by Mohammad Nooruddin M.A, B.Lib and owned by Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat, Qadian and Printed at Fazl e Umar Printing Press, Harchowal Road, Qadian, Distt-Gurdaspur, 143516, Punjab, India and Published at Office Majlis Khuddam-ul-Ahmadiyya Bharat, P.O Qadian, Distt-Gurdaspur, 143516, Punjab, India. **Editor:** Niyaz Ahmad Naik